

بسم اللہ الرحمن الرحيم

حدیث جابر رضی اللہ عنہ

وضاحت: محدث عصر مجدد ملت علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ کی ذات معروف

خاص عالم ہے، خصوصاً علم حدیث سے متعلق ان کی گوناگوں خدمات سے عصر حاضر کا کوئی بھی محقق و ریسرچ اس کا لامستقین نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ کچھ لوگ تعصب میں علامہ کا نام نہیں لیتے، متون حدیث و طرف حدیث میں علامہ مرحوم کو جو دسترس حاصل تھی حال و ماضی قریب میں کسی اور عالم کے یہاں دیکھنے میں نہیں آتی، "ذک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" زیر نظر رسالہ اس کا میں ثبوت ہے جس میں بنی کریم ﷺ کے حج کا قصہ بیان ہوا ہے حجۃ الوداع کا قصہ مختلف صحابہ نے بیان کیا ہے لیکن حضرت حبابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس کی جو تفصیل ملتی ہے وہ کسی اور صحابی کے یہاں نہیں ملتی، حضرت حبابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث حج مسلم اور سنن ابو داود و غیرہ میں مردی ہے، علامہ مرحوم نے حج مسلم کی حدیث کو بنیاد بنا کر تقریباد و درزن کتابوں سے اس حدیث میں وارد الفاظ کو جمع کر کے ایک سیاق پر ودیا ہے جس کا ترجمہ ناظرین کے سامنے پیش ہے، البتہ علامہ مرحوم کے بیان کردہ حوالوں کو حذف کر دیا گیا ہے تاکہ عالم قاری کو پڑھنے میں آسانی ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سے قارئین کو نفع پہنچائے اور مولف و مستر حبم کو اپنے فضل سے محروم نہ رکھ۔ آمين۔

حضرت جابر نے بیان فرمایا کہ

- اللہ کے رسول ﷺ نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور حج نہیں کیا^[1]۔
- پھر دسویں سال لوگوں میں اعلان کیا کہ اس سال اللہ کے رسول ﷺ حج کیلئے جانے والے ہیں۔

¹ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ بھارت میں کیا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ حج کی فرضیت کب ہوئی، اس سلسلے میں مختلف قول ہیں، البتہ حق و صواب کے زیادہ قریب یہ قول ہے کہ حج نویں یاد سویں ہجری میں فرض ہوا، سلف میں سے متعدد اہل علم کا یہ قول ہے، امام ابن القیم نے زاد المعاد میں متعدد قولی دلائل سے اس پر استدلال کیا ہے، جو تفصیل چاہے اس کی طرف رجوع کرے، اس سے معلوم ہوتا یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرضیت حج کے فوراً بعد بغیر کسی تاخیر کے حج کیا، بخلاف دوسرے اقوال کے جس سے لازم آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس فرائض کی ادائیگی میں تاخیر سے کام لیا، اس لئے ان کے قائلین آپ ﷺ کی طرف سے عذر پیش کرنے پر مجبور ہوئے حالانکہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

- ۳۔ چنانچہ مدینہ منورہ بہت سے لوگ پہنچ گئے بلکہ جو شخص بھی سواری پر یا پیدل چلکر آسکتا تھا وہ آیا، لوگ مدینہ منورہ اس لئے پہنچ گئے کہ آپ کے ساتھ حج کریں، ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی اقتداء کرے اور آپ جیسا عمل کرے۔
- ۴۔ اللہ کے رسول ﷺ نے [نکلنے سے قبل] ہمیں خطبہ دیا^[2] جس میں فرمایا: اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحیفہ^[3] ہے اور دوسرے راستے سے آنے والوں [یا اہل شام] کے لئے احرام باندھنے کی جگہ جحفہ^[4] ہے اور اہل عراق کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق^[5] ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن^[6] ہے اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلمم^[7] ہے۔
- ۵۔ ذی القعده کے گزرنے میں چار یا پانچ دن باقی تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ حج کیلئے^[8] نکلے۔
- ۶۔ اور اپنے ساتھ حدی کے جانور بھی لے کر چلے^[9]۔

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے مردی ہے کہ یہ خطبہ آپ نے مسجد نبوی میں دیا تھا، بظاہر یہ خطبہ مدینہ منورہ سے خروج سے قبل تھا تاکہ لوگوں کو حج کے مسائل کی تعلیم دیں۔

۲۔ مدینہ منورہ سے چھ میل یا نو کیلو میٹر کی دوری جنوب کے جانب واقع ہے آج کل ایمار علی کے نام سے مشہور ہے اور مدینہ منورہ کی آبادی وہاں تک پہنچ گئی ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ گئی ہے۔ [متترجم]

۳۔ آج یہ جگہ ویران ہے مکہ مکرمہ سے اس کی دوری تقریباً دو سو کیلو میٹر ہے آج اس کے مغرب میں رانیغ سے لوگ احرام باندھتے ہیں۔ [متترجم]
۴۔ مکہ مکرمہ سے شرق شمال کی جانب وادی ضریبہ میں ۹۳ کیلو میٹر پر ایک مقام تھا، جو نجد و تہامہ کے درمیان واقع تھا آج اس کا نام ناپید ہے اور اسے ضریبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ماخی قریب تک عراقی جاج وہاں سے احرام باندھتے تھے لیکن آج کل وہ عام راستے سے ہٹ کر ہے۔ [متترجم]

۵۔ شہر طائف سے شمال اور مکہ مکرمہ سے مشرقی جانب تقریباً اسی کیلو میٹر کی دوری پر ایک وادی تھی آج اس وادی میں السیل الکبیر کے نام سے ایک شہر آباد ہے۔ [متترجم]

۶۔ مکہ مکرمہ سے جنوب میں سو کیلو میٹر کی دوری پر ایک وادی کا نام ہے جسے آج کل السعدیہ کہا جاتا ہے۔ [متترجم]
۷۔ بعد اسکے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کنگھی کی، خوشبو لگائی اور اپنی [یعنی احرام] کی چادر اور تہند پہننا، زعفرانی رنگ کے لباس کے علاوہ کسی بھی قسم کی چادر اور تہند سے آپ نے منع نہیں فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے مردی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ میقات پہنچنے سے قبل احرام کا کپڑا پہننا مشروع ہے برخلاف احرام کی نیت کے کہ ہمارے نزدیک رانجی ہی ہے کہ میقات سے پہلے احرام کی نیت کرنا جائز نہیں ہے یا اس سے کچھ پہلے اس صورت میں احرام باندھا جاسکتا ہے جب جہاز وغیرہ پر ہونے کی وجہ سے میقات سے تجاوز کر جانے کا خوف ہو۔

واضھ رہے کہ احرام یا کسی اور عبادت جیسے طہارت، نمازو روزہ وغیرہ میں زبان سے نیت کرنا مشروع نہیں ہے۔ نیت کا مقام دل ہے، زبان سے اس کا ادا کرنا بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ احرام کے وقت اللہ کے رسول ﷺ سے جو کچھ ثابت ہے وہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے لبیک اللہم حجَّةٌ وَ عُمرَةٌ پڑھاتا، اس لئے اسی پر اکتفا کیا جائے اور اس میں کچھ اضافہ نہ کیا جائے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ، النبی میں اس کی وضاحت کی ہے۔ دیکھئے مجموعہ الرسائل ص ۲۳۵، ۲۳۳۔

۸۔ حدی کے جانور آپ ﷺ نے ذوالحیفہ سے لیا تھا جیسا کہ صحیح البخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے مردی ہے۔

- ٧۔ آپ ہی کے ساتھ ہم لوگ بھی نکلے ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے [۱۰]۔
- ٨۔ یہاں تک کہ ہم ذوالحیفہ پہنچے، وہیں پر حضرت اسماء بن عمیں نے حضرت محمد بن ابی بکر کو جنم دیا۔
- ٩۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھنے کیلئے [کسی کو] بھیجا کہ اب میں کیسے کروں۔
- ١٠۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: غسل کرو، کسی کپڑے کا لگوٹ بنالو اور احرام باندھ لو۔
- ١١۔ آپ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی اور ابھی تک آپ خاموش رہے [یعنی تلبیہ نہیں پڑھا]۔
- ١٢۔ پھر آپ قصواء اوٹنی پر سوار ہوئے حتیٰ کہ جب اوٹنی اوچی جگہ پر پہنچی تو آپ نے حج کا تلبیہ بلند آواز سے پڑھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے صرف حج کا احرام باندھا [۱۲]۔

١٠ سنن ابن ماجہ میں یہاں اتنا اضافہ ہے کہ ہم لوگوں نے عورتوں کی طرف سے تلبیہ پڑھا اور بچوں کی طرف سے رمی کی۔ لیکن یہ الفاظ ضعیف ہیں اور اس سلسلے میں سنن الترمذی میں جو روایت ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ امام ابن المنذر نے اہل علم کا یہ اجماع نقل کیا ہے کہ جو بچہ کنکری نہ مار سکے اس کی طرف سے کنکری ماری جائے گی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ایسا کرتے تھے، یہی قول امام عطاء، زہری، مالک، شافعی اور اسحاق کا ہے۔

البتہ جہاں تک عورت کا تعلق ہے تو اس سے متعلق امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت کی طرف سے کوئی دوسرا شخص تلبیہ نہ پڑھے گا بلکہ وہ خود اپنا تلبیہ پڑھے گی، اور یہ واضح رہے کہ اسکے لئے تلبیہ پڑھتے وقت آواز بلند کرنا نکر وہ ہے۔

١١ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ کے احرام باندھنے سے قبل حضرت عائشہ نے آپ کو خوشبو لگائی، یہ خوشبو احرام باندھنے کے تین دن بعد بھی آپ کے بالوں کی مانگ میں دکھائی دے رہی تھی۔

١٢ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا جبکہ صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے مردی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا اور یہی صحیح بھی ہے جیسا کہ امام ابن القیم نے زاد المعاویہ میں اس کی وضاحت کی ہے اس میں صحابہ کی میں حدیثیں نقل کی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے قارن تھے۔ جو شخص مزید تحقیق چاہتا ہے وہ اس کی طرف رجوع کرے۔ البتہ امام ابن القیم سے حضرت عائشہ کی یہ حدیث چھوٹ گئی ہے کہ انہوں نے کہاںے اللہ کے رسول آپ لوگ حج و عمرہ دونوں کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے واپس چل رہی ہوں؟ یہ حدیث صحیح بخاری اور مسن احمد میں خود حضرت جابر سے بھی مردی ہے جو اس بارے میں نص صریح ہے۔ دیکھئے فقرہ نمبر ۱۱۱ [ایک سو گیارہ]۔

اس طرح معلوم ہوا کہ حضرت جابر کو اللہ کے رسول ﷺ کے قارن ہونے کا علم تھا تو انہوں نے یہ کیسے بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ابتدائے احرام میں تو صرف حج ہی کا احرام باندھا تھا اور جب آپ وادی عقین میں اترے تو آپ کو قرآن کا حکم دیا گیا جیسا کہ حضرت عمر کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ وادی عقین میں تھے کہ ہم نے سن آپ کہہ رہے تھے میرے پاس رات کو اللہ تعالیٰ کی

۱۳۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ جہاں تک میری نظر پہنچ سکتی تھی ہم نے دیکھا کہ آپ کے سامنے سوار [۱۳] اور پیدل ہی دکھائی دے رہے ہیں، آپ کے دائیں بھی اسی طرح آپ کے باعین بھی اسی طرح اور پیچے بھی اسی طرح لوگ ہی لوگ ہیں۔ رسول ﷺ ہمارے درمیان میں تھے آپ پر قرآن نازل ہو رہا تھا اور آپ ہی اس کی صحیح تفسیر جانتے تھے اور جو جو عمل کیا اس کے مطابق ہم نے بھی عمل کیا [۱۴]۔

۱۴۔ آپ ﷺ نے تو حید پر مشتمل تلبیہ پڑھا، **إِبَّيْكَ اللَّهُمَّ إِبَّيْكَ، إِبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ**۔

طرف سے ایک آنے والا آیا اور کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کھو، عمرہ فی حجۃٰ یا عمرہ و حجۃٰ یعنی حج میں عمرہ کو بھی داخل کر لے رہا ہوں۔ [صحیح البخاری وغیرہ]

۱۵۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کا جواز ہے کہ سوار ہو کر اور پیدل بھی دونوں طرح حج کیا جاسکتا ہے، اس پر علماء کا جماعت بھی ہے، البتہ ان دونوں میں کیا افضل ہے اس بارے میں اختلاف ہے، جہوہر علماء کا خیال ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اقتداء میں سواری پر حج کرنا افضل ہے کیونکہ ایک تو سوار ہونا اعمال حج کی ادائیگی میں مدد گار ہے اور دوسرا یہ کہ اس میں خرچ زیادہ ہے۔ امام داود ظاہری کا قول ہے پیدل حج کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں زیادہ پریشانی ہے، حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ تکلیف و پریشانی بذات خود مطلوب نہیں ہے۔

یہیں سے معلوم ہوا کہ جہاں پر حج کرنا جائز ہی نہیں بلکہ منتخب ہے برخلاف اس شخص کے جو اس کے بر عکس سمجھتا ہے۔ البتہ وہ حدیث میں جن میں پدل حج کی فضیلت بیان ہوئی ہیں وہ سب ضعیف کا اور ناقابل جحت ہیں۔ (یکیہنے سلسلۃ الاحادیث الضعیفر رقم ۲۹۶، ۳۹۷)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے حالات کے اختلاف سے اس مسئلے کا حکم بھی بد لے گا بعض کیلئے پیدل حج کرنا افضل ہے اور بعض ایسے لوگ ہو گئے جنکے لئے سواری پر حج کرنا افضل ہے۔ اور یہی حق کے زیادہ قریب ہے۔

۱۶۔ یہاں اس طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ پر جو قرآن نازل ہوتا اس کی تفسیر بھی آپ صحابہ سے بیان فرمادیتے تھے اور صرف آپ ہی کی ذات تھی جو قرآن کی صحیح تفسیر و تاویل سمجھتے تھے اور آپ کے علاوہ دوسرا کوئی حتیٰ کہ صحابہ کو بھی آپ کی تفسیر و توضیح سے غنا نہیں تھا اسی لئے صحابہ کرام دوسری عبادات کی طرح اس حج میں بھی آپ ہی کے نقش قدم پر چل رہے تھے جیسا آپ عمل کرتے تھے ویسے ہی وہ بھی آپ کی پیروی کرتے رہے۔ چنانچہ اس میں دو قسم کے لوگوں کی صریح تردید ہے:

۱۔ صوفی حضرات جو اپنے کو سنت نبوی کا پابند نہیں سمجھتے اور علم الدین کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۲۔ اہل قرآن - حالانکہ قرآن ان سے بری ہے۔ جنکا کہنا ہے کہ قرآن سمجھنے کے لئے ہمیں سنت نبوی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عربی زبان کی معرف کافی ہے جبکہ حضرت جابر اور دیگر صحابہ جو خالص عربی تھے اور قرآن انہیں کی زبان میں نازل ہوا تھا ان کے لئے صرف عربی زبان کی معرفت کافی نہ ہوئی جبکہ یہ جماعت پوری یا اس میں کی اکثریت بھی ہے، ان کے اس زعم کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ دین اسلام سے نکل کر ایک نیادین لائے۔ چنانچہ ان کی نماز ہماری نماز سے جدا، ان کا حج ہمارے حج سے جدا، ان کا روزہ ہمارے روزے سے جدا اور یہ پتہ نہیں کہ بہت ممکن ہے ان کی توحید بھی باری توحید سے جدا کوئی چیز ہو، اولاً قریب یہ لوگ ہندوستان میں ظاہر ہوئے پھر وہیں سے ان کا فتنہ مصر اور سوریا تک پہنچا، کچھ دن ہوئے ہم نے ان کی، الدین نامی ایک کتاب پڑھی جس میں کسی مولف کا نام تو نہیں ہے البتہ جو اس کتاب کو پڑھے گا وہ یہ سمجھ لے گا کہ یہ فرقہ دین سے خارج ہے۔

(ترجمہ: حاضر ہوں اے اللہ، حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیر کوئی سا بھی نہیں، میں حاضر ہوں، بلاشبہ ہر قسم کی تعریف تیری ہی ہے، تمام نعمتیں تیری طرف سے ہے اور ملک بھی تیرا ہی ہے، تیر کوئی شریک نہیں)۔

۱۵۔ اور لوگوں نے بھی یہی تلبیہ پڑھا جو آج پڑھتے تھے اور بعض لوگ اس تلبیہ پر کچھ اضافہ کرتے تھے، **لَبِيْكَ ذَا الْمَعَارِجَ لَبِيْكَ ذَا الْفَوَاضِلِ**، **لَبِيْكَ ذَا الْمَعَارِجَ**، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے تلبیہ میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کیا^[15]۔

۱۶۔ وراللہ کے رسول ﷺ اپنا ہی تلبیہ پڑھتے رہے۔

۱۷۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم لوگ، **لَبِيْكَ اللَّهُمَّ لَبِيْكَ، لَبِيْكَ بِالْحَجَّ** ”پڑھتے ہوئے اپنی آوازیں خوب بلند کر رہے تھے، ہم نے صرف حج کا ارادہ کیا تھا، ہم حج اور عمرہ ایک ساتھ ادا کرنا نہ جانتے تھے اور نہ ہی دونوں کو ایک ساتھ ملانا جانتے تھے^[16]۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ نے حج خالص کا حرام باندھا اس کے ساتھ کسی اور چیز کا ارادہ نہ کیا تھا۔

۱۸۔ اور حضرت عائشہ عمرہ کا حرام باندھ کر آرہی تھیں یہاں تک کہ جب وہ مقام سرف^[17] میں پہنچیں تو انہیں حیض کا خون آگیا۔

مکہ مسکرہ میں داخلہ اور طواف

^{۱۵} یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے تلبیہ پر اضافہ جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو منع نہیں فرمایا، لیکن اس کے بعد کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی تلبیہ پر اتفاق بہتر ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے ہی تلبیہ کا التزام کیا، امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے بند صحیح مردی ہے کہ آپ ﷺ کا ایک تلبیہ یہ بھی تھا: **لَبِيْكَ إِلَهَ الْحَقُّ لَبِيْكَ**۔ [سنن النسائی ۲۷۵۳، الحجر ۹۷۳/۲ وغیرہ]۔

تلبیہ اللہ تعالیٰ کی اس پکار کا جواب ہے جو اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم کی زبان پر لوگوں کو پکارا تھا، معنی یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری پکار کا جواب دینے کے لئے حاضر ہوں، آپ کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم ہے بار بار آپ کی حکم جبا اوری کیلئے تیار ہوں اور اس پر ہمیشہ باقی رہوں گا۔ یہ معنی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے۔

^{۱۶} یہ ابتدائے حرام میں تھا قبل اس کے کہ اللہ کے رسول ﷺ نہیں حج کے مہینوں میں عمرہ کی مشروعت کے بارے میں بتائیں اس بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ انہیں میں سے ایک حدیث حضرت عائشہ سے مردی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ جبتوالواع کے موقع پر ہم لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نکلے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو حج و عمرہ کا حرام باندھنا چاہے باندھ لے اور جو عمرہ کا حرام باندھنا چاہے باندھ لے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے صرف عمرہ کا حرام باندھا تھا۔ [صحیح بخاری و مسلم۔ الفاظ مسلم کے ہیں]۔

^{۱۷} مکہ مکرہ سے شمال کی طرف تقریباً ۱۲ کیلو میٹر کی دوری پر ایک وادی ہے آج یہ سب علاقہ شہر میں داخل ہو گیا ہے۔

۱۹۔ یہاں تک کہ جب ہم لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بیت اللہ شریف تک پہنچ گئے، مکہ مکرمہ میں ہمارا داخلہ چار ذی الحجه کی صبح چاشت کے وقت ہوا۔

۲۰۔ آپ ﷺ مسجد حرام کے دروازے تک آئے، اپنی سواری کو بٹھایا پھر مسجد میں داخل ہوئے۔

۲۱۔ آپ نے حجر اسود کا استلام کیا^[18]۔

۲۲۔ پھر اپنے دائیں طرف چلے۔

۲۳۔ آپ ﷺ شروع کے تین چکروں میں رمل کئے^[19] یعنی دوڑ کر چلے یہاں تک کہ حجر اسود پر لوٹ آئے، اور چار چکر میں آپ ہلکی چال چلے^[20]۔

۲۴۔ پھر آپ مقام ابراہیم کی طرف بڑھے [اور وہاں پہنچ کر] یہ آیت پڑھی:

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ [آل بقرہ: ۱۲۵]

بناؤ۔

۱۸۔ استلام کا معنی ہے ہاتھ سے چھونا، یہ ہر طواف میں سنت ہے، یہ امام نووی کا قول ہے۔

اسی طرح آپ نے اس طواف میں جیسا کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے۔ رکن یمانی کا بھی استلام کیا اور اسکا بوسہ نہیں لیا، بوسہ صرف حجر اسود کا لیا تھا۔

میں [البانی] کہتا ہوں کہ حجر اسود کے بارے میں سنت یہ ہے کہ اس کا بوسہ لے، اگر یہ میسر نہ آئے تو ہاتھ سے چھو کر اسے چوم لے اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو کسی چھڑی وغیرہ سے چھو کر اسے چوم لے ورنہ اس کی طرف اشارہ کرے۔ [حجر اسود کے ساتھ] خانہ کعبہ کے کسی اور گوشے کیلئے یہ چیزیں مشروع نہیں ہیں بجز رکن کے کہ اس کا صرف استلام مستحسن ہے۔

حجر اسود کے پاس پہنچنے پر ہر چکر میں تکبیر کہنا مسنون ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بیت اللہ شریف کا طواف اپنے اونٹ پر سوار ہو کر کیا جب بھی آپ حجر اسود کے پاس پہنچتے تو کسی چیز سے جو آپ کے ہاتھ میں ہوتی اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔ [صحیح البخاری]

البیتہ بسم اللہ کہنے کا ذکر مجھے کسی مرفوع حدیث میں نہیں ملا صرف حضرت عبد اللہ بن عمر کے بارے میں بند صحیح وارد ہے کہ جب وہ حجر اسود کا استلام کرتے تو بسم اللہ واللہ اکبر کہتے۔ [السنن الکبری للبیهقی ۵/۹۷]

۱۹۔ رمل کو عربی لغت میں ‘خب’ بھی کہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں رمل یہ ہے کہ قدم نزدیک نزدیک رکھتے ہوئے تیز چال چلنا۔

۲۰۔ اس طواف میں آپ ﷺ نے اضطباب بھی کیا تھا جیسا کہ اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیثوں میں وارد ہے۔

اضطباب یہ ہے کہ اپنی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر باہیں کندھے پر ڈال لے اس طرح کہ دایاں کندھا کھلا اور بایاں کندھا ڈھکا ہو۔

[قاموس]

پھر جب طواف سے فارغ ہو جائے تو اپنی چادر کو برابر کر لے یعنی اپنے دائیں کندھے کو ڈھک لے۔

یہ آیت پڑھتے ہوئے آپ نے لوگوں کو سنا نے کے لئے اپنی آواز بلند کی۔

۲۵۔ مقام ابراہیم کو اپنے اور خانہ کعبہ کے درمیان کیا اور دور رکعت نماز پڑھی۔

۲۶۔ آپ ﷺ نے ان دور رکعتوں میں قل ہو اللہ احده اور قل یا ایها الکافرون پڑھی۔ یعنی پہلی رکعت میں قل یا ایها الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احده پڑھی۔

۲۷۔ پھر آپ ﷺ چاہ زمزم کے پاس تشریف لے گئے، اس سے پانی پیا اور اپنے سر پر بھایا۔

۲۸۔ پھر حجر اسود کی طرف لوٹے اور اس کا استلام کیا۔

۲۹۔ اس کے بعد باب صفا^[21] سے صفا پہاڑی کی طرف تشریف لے گئے، جب صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ [آل بقرہ: ۱۵۸]

میں سے ہیں]

[ترجمہ: صفا اور مرودہ اللہ کے شعائر] [اور یہ بھی کہا] ہم بھی اس سے شروع کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے^[22]۔ چنانچہ آپ نے [اپنے سعی کی ابتداء] صفا سے کی، آپ ﷺ صفا اس قدر چڑھے کہ بیت اللہ شریف نظر آنے لگا۔

۳۰۔ آپ نے قبلہ کا استقبال کیا، تین بار اللہ کی توحید اور برائی بیان فرمائی، حمد و شکر کی اور فرمایا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْبِي وَيُمِيَّتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَخْرَابَ وَحْدَهُ

[ترجمہ: اللہ کے سوا کافی حقیقی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی سامنہ جھی نہیں، سلطنت اس کی ہے، تعریف اسی کے لئے ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی، اور اکیلے ہی تمام جھتوں^[23] کو پسپا کر دیا۔]

یہ ذکر آپ نے تین بار کیا اور درمیان میں دعائیں کرتے رہے۔

^{۲۱} آج کل حرم میں توسعی کی وجہ سے نہ تو چاہ زمزم اپنی جگہ رہ گیا ہے اور نہ ہی وہاں کوئی دروازہ ہے۔

^{۲۲} یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صفا کا ذکر پہلے رکھا ہے اس لئے ہم بھی اپنی سعی کی ابتداء وہیں سے کرتے ہیں۔

^{۲۳} یعنی جماعتوں کو لوگوں کی لڑائی کے بغیر ہی ہرادیا، احزاب سے مراد کافروں کی وہ جماعتیں ہیں جو خندق کے موقع پر اللہ کے رسول سے قتال کے لئے جمع ہوئی تھیں۔

۳۱۔ پھر آپ صفا سے اترے اور مروہ کی طرف پیدل چلے^[24] یہاں تک کہ جب آپ نے نقج وادی میں اپنے قدم رکھا تو دوڑے پھر جب دوسری طرف اوپر میں چڑھنے لگے تو عام چال چلے حتیٰ کہ جب مروہ تک پہنچے تو اس پر اتنا اوپر چڑھئے کہ خانہ کعبہ دکھائی دینے لگا۔

۳۲۔ آپ نے مروہ پر بھی وہی عمل کیا جو صفا پر کیا تھا۔

۳۳۔ حتیٰ کہ جب آپ ساتویں^[25] اور آخری چکر میں مروہ پر تھے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر پہلے معلوم ہو جاتی تو میں اپنے ساتھ حمدی کا جانور نہ لاتا اور اسے عمرہ کر دیتا، اس لئے تم میں سے جسکے پاس حمدی کا جانور نہیں ہے وہ حلال ہو جائے اور اسے عمرہ بنالے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے لوگو! اپنے احرام کھول دو، بیت اللہ کے طوف اور صفا و مروہ کی سعی کے بعد اپنے بال کٹالو^[26] اور حلال ہی رہو یہاں تک کہ جب یوم ترویہ^[27] ہو تو حج کا احرام باندھو اور جو احرام باندھ کر آئے ہو اسے تمتع میں تبدیل کر دو۔

^{۲۴} یہ حدیث اس بارے میں بالکل صریح ہے کہ آپ ﷺ نے پیدل سعی کیا تھا۔ لیکن حضرت جابر کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے صفا و مروہ کے درمیان سعی اونٹ پر سوار ہو کر کیا، چونکہ بھیڑ بہت تھی اور ہر شخص آپ سے سوال کرنا اور دیکھنا چاہتا تھا۔ [مسلم]۔ اور آگے یہ بیان آرہا ہے کہ طوف افاضہ کے بعد آپ ﷺ نے سعی نہیں کی تھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جمعۃ الوداع کے موقع پر آپ نے صرف ایک ہی سعی کی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان کی وہ سعی جو سوار ہو کر آپ نے کیا تھا وہ طوف قدوم کے بعد کی سعی تھی۔ پھر دونوں روایتوں میں جمع و تطہیق اس طرح ہے کہ ابتداء میں تو آپ نے سعی پیدل شروع کی پھر جب بھیڑ زیادہ ہو گئی اور لوگوں نے آپ کو گھیر لیا تو باقی ماندہ سعی آپ نے سوار ہو کر پورا کیا، اس کی تائید صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسمیں اس امر کی تصریح ہے کہ اولاً آپ سعی میں پیدل چلے لیکن لوگوں نے آپ کو گھیر لیا تو آپ سوار ہو گئے۔

^{۲۵} اس میں ان لوگوں کی تردید صریح ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سعی کے چودہ چکر لگائے یعنی جانا اور آنا ایک چکر شمار کیا ہے۔ امام ابن القیم نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اس عمل کی نسبت غلط ہے نہ ہی کسی صحابی نے اسے نقل کیا ہے اور نہ ہی کسی مشہور امام نے یہ بات کہی ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ نے اپنی سعی مروہ پر ختم کی تھی اس لئے کہ اگر آنا اور جانا ایک چکر شمار ہوتا تو آپ کی سعی کو صفا پر پورا ہونا تھا۔

^{۲۶} متعتم کے لئے سنت اور افضل ہی ہے کہ وہ بالوں کو کٹائے، چھلانے نہیں اور یوم النحر کو جب حج کے کاموں سے فارغ ہو جائے تو حلقت کرائے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ وغیرہ نے وضاحت کی ہے۔ لہذا آپ ﷺ کافرمان: ‘اللهم ارحم الملحقین ثلاثاً وللمقصرين مرة واحدة’ [ترجمہ: اے اللہ! چھلانے والوں پر رحم فرماء (۳ بار فرمایا) اور کامیابی والوں پر بھی رحم فرماء (ایک بار فرمایا)]۔ صرف عمرہ کرنے والے اور قارن کے لئے ہے۔

اس لئے یہ کہنا کہ متعتم کے لئے حلق افضل ہے جیسا کہ احناف کا مسلک ہے صحیح نہیں ہے۔

^{۲۷} ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو ترویہ کا دن کہتے ہیں ترویہ کا معنی ہوتے ہیں سیراب کرنا اور پلانا۔ چونکہ اس دن اونٹوں کو پانی پلا کر عرفات جایا کرتے تھے اس لئے اس کا نام ترویہ پڑ گیا۔

۳۴۔ سراقد بن مالک جو مردہ کے نیچے تھے کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول! ہمارا یہ عمرہ اور تمتع صرف اس سال کے لئے یا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں میں دوسری ہاتھ کی انگلیاں داخل کر کے فرمایا کہ عمرہ حج کے اندر قیامت تک کے لئے داخل ہو گیا ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، ایسا آپ نے تین بار فرمایا۔

۳۵۔ حضرت سراقد نے مزید سوال کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لئے ہمارے دین کو بیان کریں گویا کہ ہم آج ہی پیدا کئے گئے ہیں، چنانچہ یہ بتائیں کہ ہم عمل کس بنیاد پر کریں؟ کیا عمل کی بنیاد یہ ہو کہ انہیں لکھ کر قلم خشک ہو گئے اور تقدیریں جاری ہیں یا عمل کی بنیاد یہ ہو کہ ہم عمل کا استقبال کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: نہیں بلکہ اس بنیاد پر جسے لکھ کر قلم خشک ہو گئے اور اس بنیاد پر تقدیر جاری ہے۔

حضرت سراقد نے سوال کیا تو پھر عمل کیسا؟ آپ نے فرمایا: عمل کرو، ہر شخص جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ کام اس کے لئے میسر کر دیا جاتا ہے^[28]۔

۳۶۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم حلال ہو جائیں اور ہدی پیش کریں [یعنی قربانی کریں] ہم کئی آدمی ایک ہدی کے جانور میں شریک ہوتے تھے یعنی سات آدمی ایک اونٹ میں۔ آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس ہدی کا جانور نہیں ہے وہ تین دن [ایام حج میں] روزہ رکھے اور گھروالپس جانے کے بعد سات دن کارروزہ رکھے۔

۳۷۔ آپ ﷺ سے ہم لوگوں نے سوال کیا کہ ہم کیسے حلال ہوں؟ آپ نے فرمایا: مکمل حلال^[29]۔

۳۸۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے اوپر بہت بھاری پڑا اور دلوں میں ہمیں بہت تکلیف ہوئی۔

بطحاء میں نزول

۳۹۔ پھر ہم بلطحاء^[30] مکہ کی طرف گئے [وہیں قیام کیا، لوگ اپنی بیویوں سے ہم بستر بھی ہوئے جس کی وجہ سے بعض نے افسوس کرتے ہوئے] کہا کہ آج ہم اپنی بیوی کے پاس تھے^[31]۔

۲۸۔ ایک حدیث میں اتناضافہ ہے: جو لوگ نیک بخت ہیں انہیں نیک بختی کے کاموں کی توفیق ملتی ہے اور جو بد بخت ہیں انہیں برے کاموں کی توفیق ملتی ہے پھر آپ نے پڑھا:

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَأَنْقَى * وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى﴾ [اللیل: ۵، ۶] الخ [ترجمہ: جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور نیک بات کی تصدیق کرتا ہا۔]

۲۹۔ یعنی محرم پر جو چیزیں حرام ہوتی ہیں وہ تمام چیزیں حلال ہو گئیں۔ حافظ نے فرمایا: ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ جانتے تھے کہ حج میں دو تحلل ہیں یعنی حلال اول اور حلال ثانی جسکی وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے واضح کر دیا کہ ہر طرح سے حلال ہو جائیں کیونکہ عمرہ میں تو ایک ہی بار حلال ہونا ہے۔

۳۰۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں بات کرنے لگے کہ ہم لوگ تو صرف حج کے ارادے سے نکلے، اس کے علاوہ ہمارا کوئی اور ارادہ نہ تھا حتیٰ کہ جب ہمارے اور عرفہ کے درمیان صرف چار پانچ دن رہ گئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اپنی بیویوں کے پاس جانے کا حکم دیا گیا، ہم عرفہ کے میدان اس حال میں پہنچیں گے کہ ہمارے عضوتاً سل سے منی ٹپک رہی ہو^[32]، یہ کہتے ہوئے حضرت جابر نے اپنے ہاتھ سے اشارہ بھی کیا۔ بعض صحابہ کہنے لگے کہ ہم اسے کیسے عمرہ قرار دیں جبکہ ہم نے حج کا احرام باندھ رکھا ہے۔

۳۱۔ یہ بات اللہ کے رسول کو معلوم ہو گئی۔ معلوم نہیں آپ کے پاس اس بارے میں کوئی وحی آئی یا لوگوں کی طرف سے آپ تک پہنچائی گئی۔

احرام فتح کرنے کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کا تاکیدی خطبہ

اور صحابہ کا آپ کی اطاعت قبول کر لینا

۳۲۔ چنانچہ آپ ﷺ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و شایان کی پھر فرمایا: اے لوگو! کیا تم ہمیں اللہ کے بارے میں بتال رہے ہو حالانکہ تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم میں سب سے بڑا مقنی، صادق اور نیک ہوں، جو کچھ میں حکم دے رہا ہوں اسے بجالاؤ کیونکہ اگر میرے ساتھ ہدی کا جانور نہ ہوتا تو جس طرح تم لوگ حلال ہو رہے ہو میں بھی حلال ہو جاتا، لیکن حالت احرام میں کوئی چیز میرے لئے اس وقت تک حلال نہ ہو گی جب تک کہ ہدی کا جانور اپنی جگہ تک نہ پہنچ جائے^[33]۔ اور جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر پہلے معلوم ہو جاتی تو اپنے ساتھ ہدی کا جانور نہ لے آتا، اسلئے تم لوگ حلال ہو جاؤ [احرام کھول دو]۔

۳۳۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ: ہم لوگوں نے آپ کی بات سنی اور اطاعت کر لی چنانچہ ہم عورتوں سے ہم بستر بھی ہوئے خوشبو بھی لگائی اور اپنے کپڑے بھی پہنے۔

۳۴۔ اللہ کے رسول ﷺ اور بجزان صحابہ کے جنکے پاس ہدی کے جانور تھے تمام لوگ قصر کرو اکر حلال ہو گئے۔

۳۰۔ مسجد حرام کے مشرقی جانب جون اور مسجد حرام کے درمیان وادی نما ایک جگہ تھی جسے بطحاء کہا جاتا تھا کیونکہ وادی مکہ کا یہ ایک حصہ تھا اور یہاں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں جسکی وجہ سے اس کا نام بطحاء پڑ گیا تھا آج یہ جگہ برابر کردی گئی ہے۔ غزہ اور سوق اللیل جس علاقے کا نام ہے وہ تقریباً یہی ہے۔

۳۱۔ یہ بات صحابے نے بطور تعجب و انکار کے کہی [کیونکہ اہل مدینہ کے نزدیک ایام حج میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا] اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق حلال ہو گئے تھے لیکن ان کے دل میں تشویش باقی تھی اور بعض لوگوں نے حلال ہونے میں آپ ﷺ کے دوسرا نظریہ تک تاخیر کی جو کاذک آگے آ رہا ہے جسمیں آپ نے احرام توڑ دینے کا بہت تاکیدی حکم فرمایا۔ پھر تو تمام صحابہ کرم [بجزان کے جنکے پاس قربانی کا جاوز تھا] حلال ہو گئے۔

۳۲۔ عورتوں کے ساتھ ہم بستری سے متعلق اشارہ ہے۔

۳۳۔ یعنی جب یوم النحر کو منی میں انہیں ذبح کر دوں گا تب۔

۳۵۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت طلحہ کے علاوہ کسی اور کے پاس ہدی کے جانور نہیں تھے [34]۔

الله کے رسول ﷺ کے احرام جیسے احرام کے ساتھ حضرت علی کا یمن سے آنا

۳۶۔ حضرت علی یمن کی طرف اپنی ہم سے اللہ کے رسول ﷺ کے لئے قربانی کے جانور لے کر آئے۔

۳۷۔ دیکھا کہ حضرت فاطمہ حلال ہو چکی ہیں، بالوں میں کنگھی کی ہیں، اور سرمه وغیرہ لگا کر رنگین کپڑے بھی پہن لیا ہے۔ چنانچہ حضرت علی نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور کہا تمہیں ایسا کرنے کو کس نے کہا: حضرت فاطمہ نے جواب دیا: میرے باپ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔

۳۸۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی عراق میں بیان کرتے تھے کہ فاطمہ نے اپنے عمل کے سلسلے میں اللہ کے رسول کی طرف سے جو کچھ بیان کیا اس پر نکیر کرتے ہوئے میں خدمت نبوی میں بطور مستقیٰ حاضر ہوا، چنانچہ ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ فاطمہ کے عمل پر جب ہم نے نکیر کی تو وہ کہنے لگیں کہ میرے باپ نے مجھے حلال ہونے کا حکم دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا، سچ کہا، سچ کہا، ہمیں نے اسے حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔

۳۹۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی سے پوچھا کہ جب تم نے حج کی نیت کی تھی تو کیا کہا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کہا تھا کہ اے اللہ! میں وہی احرام باندھ رہا ہوں جو احرام اللہ کے رسول ﷺ نے باندھا ہے۔

۴۰۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ تو ہدی کا جانور ہے اس لئے تم بھی حلال نہ ہو اور اپنے احرام پر باقی رہو۔

۴۱۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہدی کے جانور حضرت علی یمن سے لیکر آئے تھے اور جو جانور خود اللہ کے رسول ﷺ مدینہ منورہ سے لیکر چلے تھے سب ملکر سوانٹ تھے۔

۴۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ چنانچہ بجز اللہ کے رسول ﷺ اور جن کے پاس ہدی کے جانور تھے تمام کے تمام لوگ قصر کرو اکر حلال ہو گئے [35]۔

^{۳۴} یہ بات حضرت جابر نے اپنے علم کی بنیاد پر کہی ہے اس لئے اس میں اور حضرت عائشہ کے اس قول میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ، ابو بکر، عمر اور صاحب حیثیت لوگوں کے پاس قربانی کے جانور تھے، اس طرح حضرت جابر کا یہ قول حضرت اسماء کے بیان کے خلاف بھی نہیں ہے کہ حضرت زبیر بن العوام کے پاس بھی ہدی کا جانور تھا وہ بھی حلال نہیں ہوئے۔ [صحیح مسلم ۵۵/۲، ۵۵/۳۰]۔ کیونکہ جو جانتا ہے اس کا قول نہ جانے والے کے خلاف جوت ہے۔ [دیکھئے فتح الباری ۳/۲۷۳]

^{۳۵} اس سے مراد اکثر اور عام لوگ ہیں ورنہ عائشہ ان لوگوں میں سے تھیں جو حلال نہیں ہو سکیں جیسا کہ آگے آرہا ہے اور ان کے ساتھ ہدی کا جانور بھی نہیں تھا جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں خود حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ ہدی کا جانور نہیں تھا وہ حلال ہو گئے اور آپ کی یہ یوں کے ساتھ ہدی کے جانور نہیں تھے۔

آٹھویں ذی الحجه کو احرام باندھ کر منی کیلئے رخصتی

۵۳۔ جب یوم ترویہ پہنچا تو مکہ مکرمہ کو پیچھے چھوڑ کر ہم منی^[37] کی طرف روانہ ہوئے، چنانچہ لوگوں نے بظاءتی سے حج کا احرام باندھا۔

۵۴۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہیں روتے ہوئے پایا، آپ نے سوال کیا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگیں کہ میرا معاملہ یہ ہے کہ مجھے حیض آگیا، لوگ تو حلال ہو گئے اور میں حلال نہ ہو سکی اور نہ ہی ابھی تک بیت اللہ کا طواف کر پائی ہوں اور حال یہ ہے کہ لوگ اب حج کے لئے جا رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر مسلط کر دیا ہے [اس لئے پریشان ہونے اور رونے کی ضرورت نہیں ہے] تم غسل کرلو، حج کا احرام باندھ کر حج کرو اور ہر وہ کام کرو جو حاجی لوگ کرتے ہیں سوا اس کے کہ نہ توبیت اللہ کا طواف کرنا اور نہ ہی نماز پڑھنا^[38]۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے ایسا ہی کیا یعنی بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے تمام اراکان ادا کیں۔

۵۵۔ اللہ کے رسول ﷺ سوار^[39] ہوئے اور منی میں ہمیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز پڑھائی۔

۵۶۔ فجر کے بعد آپ کچھ دیر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا^[40]۔

۷۵۔ اور آپ ﷺ نے وادی^[41] نمبر^[42] میں اپنے لئے ایک خیمه لگانے کا حکم دیا۔

عرفات کیلئے رخصتی اور وادی نمرہ میں قیام

۳۶

یہ فقرہ اس سے قبل نمبر ۲۳ کے تحت گزر چکا ہے بعض کتابوں میں اسی طرح مکروہ اور دہی۔

۳۷

امام نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ سنت یہ ہے کہ کوئی بھی شخص یوم ترویہ سے پہلے منی نہ جائے۔ امام مالک نے اسے مکروہ شمار کیا ہے، بعض سلف کا خیال ہے کہ پہلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ ہمارا ذہب [شافعی] یہ ہے کہ یوم ترویہ سے پہلے منی جانا خلاف سنت ہے۔

۳۸

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حاضر قرآن مجید کی تلاوت کر سکتی ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہ کو نماز اور طواف کے علاوہ تمام اعمال حج ادا کرنے کی اجازت دی اور بلاشبہ قرآن مجید کی تلاوت [بشر طیکہ بغیر مصحف میں دیکھئے ہوئے] حج کے دوران بہترین کاموں میں ہے۔ اگر حالت حیض میں قرآن مجید کی تلاوت جائز نہ ہوتی تو جس طرح آپ نے طواف اور نماز سے منع فرمایا اسی طرح تلاوت سے بھی منع فرمادیتے۔ البتہ وہ حدیث جسکے الفاظ یہ ہیں کہ: ”جنبی اور حاضر قرآن نہ پڑھیں“ تو وہ ضعیف ہے، امام احمد نے فرمایا کہ وہ باطل ہے اس کی تفصیل ہم نے ارادہ اغلىل حدیث رقم ۱۹۱ میں بیان کر دی ہے۔

۳۹

اس سے معلوم ہوا کہ ان جگہوں میں بھی سوار ہونا فضل ہے جیسا کہ حج کے پورے راستے میں سوار ہونا فضل ہے۔

۴۰

اس سے معلوم ہوا کہ منی میں رات گزارنا سنت ہے اور بغیر سورج کے طلوع ہوئے وہاں سے رخصت نہیں ہونا چاہئے۔

۴۱

نمرہ اس پہاڑ کا نام ہے جو عرفات اور مزدلفہ کے بیچ میں واقع ہے نہ ہی یہ عرفہ میں داخل ہے اور نہ ہی مزدلفہ میں، خانہ کعبہ سے اس کی دوری تقریباً دس کیلو میٹر ہے۔ یہ پہاڑ حدود حرم میں نہیں ہے بلکہ مزدلفہ کی طرف اس کے فوراً بعد سے حرم کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔

۴۲

نمرہ ان پر زبر اور مپر زیر پڑھا جائے، ابن الاشر کہتے ہیں کہ یہ وہ پہاڑ ہے جس پر حدود حرم کے پتھر نصب ہیں، یہ عرفات میں داخل نہیں ہے۔

۵۸۔ آپ ﷺ [سوار ہو کر منی سے] چلے^[43]۔ قریش کا اس بارے میں کوئی شک نہیں تھا کہ آپ مزدلفہ میں مشعر الحرام کے پاس ٹھہریں گے اور وہی آپ کی منزل ہو گی، جیسا کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے^[44]۔ لیکن آپ ﷺ وہاں سے تجاوز کر کے عرفہ کے قریب پہنچ گئے، آپ نے اپنے لئے نمرہ میں ایک خیمہ نصب کیا ہوا پایا جہاں آپ ٹھہر گئے۔

۵۹۔ یہاں تک کہ جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ نے قصواع پر کجا وہ کرنے کا حکم دیا پھر اس پر سورج ہو کر بطن وادی میں تشریف لائے^[45]۔

خطبہ عرفات

۶۰۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو ایک خطبہ دیا اور [اس میں] فرمایا: تمہارے خون، تمہارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح کہ تمہارا آج کا دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز آج میرے ان دونوں قدموں کے نیچے روندی گئی، عہد جاہلیت میں کئے گئے خون بھی ختم کر دئے گئے، اور سب سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ خود ہمارا خون ہے، یعنی ربعیہ بن حارث بن عبد المطلب کے بیٹے کا خون جو بنو سعد میں دودھ پی رہے تھے تو قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے انہیں قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح جاہلیت کا سود بھی ختم کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے جس سود کو ختم کر رہا ہوں وہ ہمارا سود ہے یعنی عباس بن عبد المطلب کا سود وہ سارا کا سرا ختم ہے^[46]۔ لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈر و کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی ذمہ داری میں حاصل کیا ہے^[47]۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ^[48] کے ذریعہ ان کی شر مگاہ کا حلal کیا ہے، تمہارا ان کے اوپر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے

^{۴۳} اس راستے میں صحابہ کرام تلبیہ اور تکبیر میں مشغول تھے کوئی تلبیہ پڑھ رہا تھا اور کوئی اللہ کی بڑائی بیان کرنے میں مشغول تھا جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک سے مردی ہے۔

^{۴۴} مشعر الحرام مزدلفہ کے میدان میں ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے عہد جاہلیت میں قریش یہیں ٹھہرتے تھے اور باقی تمام عرب مزدلفہ سے تجاوز کر کے عرفات میں ٹھہرتے تھے، اس لئے قریش کا خیال تھا کہ آپ ﷺ بھی ان کی عادت کے مطابق مشعر الحرام ہی کے پاس ٹھہریں گے اور اس سے آگئے نہ بڑھیں گے، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کا حکم تھا کہ ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ [البقرة: ۱۹۹] [ترجمہ: پھر تم بھی وہیں سے واپس ہو جہاں سے لوگ واپس ہوتے ہیں۔] اس لئے آپ بھی عرفات تشریف لے گئے۔

قریش مزدلفہ میں اسلئے ٹھہرتے تھے کہ ان کا کہنا تھا ہم لوگ حرم کے پڑو سی ہیں اسلئے اس سے باہر نہیں جائیں گے۔ یہ بتیں امام نووی نے کہی ہیں۔

^{۴۵} اس سے مراد وادی عرنہ ہے جو وادی عرفات سے تھوڑا پہلے ہے اور مسجد عرفات اسی وادی میں واقع ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کا خطبہ دیا تھا۔ واضح ہے کہ یہ وادی عرفات سے خارج ہے۔

^{۴۶} یعنی جو سودا صل پوچھی سے زائد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ تُبْتَمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ﴾ [البقرة: ۲۷۹]

^{۴۷} اس حکم میں عورتوں کے حقوق کی روایت پر تنبیہ اور بھلانی و ستور کے مطابق ان کے ساتھ حسن معاشرت کی وصیت ہے۔ عورتوں کے حقوق کے بیان، ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت اور ان کے حقوق میں کوتاہی پر تنبیہ کے سلسلے میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں جنہیں امام منذری کی الترغیب والترحیب ۳/۳۷، اے اور امام نووی کی ریاض الصالحین میں دیکھا جا سکتا ہے۔

بس تپر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں ناگوار ہو^[49]۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مارو مگر سخت مارنے ہو^[50]۔ اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ بھلائی اور دستور کے مطابق تم انہیں کھلاو اور پہناؤ۔ اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہے تو کبھی مگر اونہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب^[51]۔

لوگو! تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا تو تم لوگ کیا کہو گے؟ تمام صحابے نے [یک زبان ہو کر] جواب دیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اپنے رب کا پیغام پہنچادیا، اپنی ذمہ داری ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا اور اپنا واجب پورا کر دیا۔

یہ سن کر آپ انگشتِ شہادت کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرماتے: اللہ گواہ، اللہ گواہ رہ۔ ایسا آپ نے تین بار فرمایا۔

جمع بین الصالاتین اور عرفات کے میدان میں وقوف

۶۱۔ پھر حضرت بلاں نے ایک اذان دی

۶۲۔ پھر اقامت کہی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر دوبارہ اقامت کہی اور آپ نے عصر کی نماز پڑھائی۔

^{۴۸} اللہ کے کلمہ ' سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر میں امام نووی نے شرح مسلم میں علماء کے چار قول نقل کئے ہیں اور فرمایا کہ سب سے صحیح یہ قول ہے کہ اس سے مراد فرمان الٰی: ﴿فَأَنْكِحُوهَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳]۔

^{۴۹} اس کا مختار معنی یہ ہے کہ کسی بھی ایسے شخص کو تمہارے گھروں میں داخل ہونے اور بیٹھنے کی اجازت نہ دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو خواہ وہ شخص اجنبی مرد ہو، عورت ہو یا عورت کے محارم میں سے کوئی ہو۔ یہ ممانعت ہر ایک کوشش میں ہے جیسا کہ امام نووی نے بیان فرمایا ہے۔ پوری بحث شرح صحیح مسلم میں پڑھو۔

^{۵۰} اس سے مراد ایسی مار ہے جو نہ تو بہت سخت ہو اور نہ ہی زیادہ تکلیف دہو [کیونکہ اس مار کا مقصد صرف ڈرانا اور تنیبیہ کرنا ہے]۔ میں [البانی] کہتا ہوں کہ یہ بلکل مار عورتوں پر مردوں کی حاکیت و قوامیت کا ایک حصہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الرّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ الایتہ [النساء: ۳۲]۔

^{۵۱} میں کہتا ہوں: سچ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے، کیونکہ بہت تھوڑوں کے علاوہ بعد کے مسلمانوں نے جب کتاب الٰی کو مضبوطی سے نہ تھاما اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر نہ جتنے رہے تو مگر اہوئے اور ذلیل و خوار بھی کیونکہ انہوں نے انسانوں کے افکار اور ان کے مذہب کو ایسی بنیاد بنا لیا کہ باہمی اختلاف کی صورت میں انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی کتاب و سنت کی جوبات ان کی رایوں کے موافق رہی اسے قبول کر لیا اور جو مخالف رہی اسے رد کر دیا حتیٰ کہ کسی کہنے والے نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہر ایسی آیت یا حدیث جو ہمارے مذہب کے خلاف ہے وہ منسوخ صحیح جائے گی۔

اللہ کی رحمت ہو امام مالک پر انہوں نے کیا خوب کہا: اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح اسی چیز کے ذریعہ ہو سکتی ہے جس کے ذریعہ اس امت کے اگلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی۔ اس لئے مسلمانوں پر واجب ہے کہ کتاب الٰی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اپنے تمام معاملات میں اسی کو حکم و فیصل تسلیم کریں اور اس پر انسانوں کی رایوں میں سے کسی بھی رائے کو خواہ ہو وہ مشرقاً ہو یا مغربی مقدمہ کریں۔

۶۳۔ اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔

۶۴۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ قصواء پر سوار ہوئے یہاں تک کہ میدان عرفات میں جائے و قوف پر تشریف لائے اپنی اوٹنی قصواء کے پیٹ کو [جبل عرفات کے نیچے پھیلے ہوئے] چنانوں [۵۲] کی طرف کیا، پیدل چلنے والوں کے راستے کو اپنے سامنے رکھا اور قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو گئے [۵۳]۔

۶۵۔ [اس جگہ] آپ برابر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، اور سورج کی ٹکری کے غائب ہونے کے بعد کچھ زردی بھی ختم ہو گئی [۵۴]۔

۶۶۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میں یہاں ٹھہر اہوں اور پورا عرفات ٹھہرے نے کی جگہ ہے۔

۶۷۔ پھر آپ نے اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔

۶۸۔ اور سکون و اطمینان سے [وہاں سے مزدلفہ کیلئے] روانہ ہوئے، آپ نے اپنی اوٹنی قصواء کی نکیل کو اس سختی سے کھینچ رکھا تھا کہ اس کا سر آپ کے پاؤں رکھنے کی جگہ تک پینچ رہا تھا [۵۵] اور آپ اپنے دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمائے تھے کہ [اس طرح کہ آپ کے ہاتھ کی پشت آسمان کی طرف تھی] اے لوگو! اطمینان و سکون کو لازم پکڑو۔

۶۹۔ جب بھی آپ کسی ریتیلیے پر پہنچتے تو اوٹنی کی نکیل ڈھیلی کر دیتے تاکہ وہ آسانی سے اس پر چڑھ جائے [۵۶]۔

^{۵۲} اس سے مراد وہ چنانیں ہیں جو جبل رحمت کے نیچے پڑی ہیں [آج شاید ان کا وجود نہیں ہے] جبل رحمت وہ پہاڑ ہے جو میدان عرفات کے پیچ میں واقع ہے، امام نووی فرماتے ہیں کہ ٹھہرنے کی مستحب جگہ یہی ہے البتہ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ پہاڑ پر چڑھنے کا اہتمام ہونا چاہئے اور ان کا یہ خیال کہ بغیر اس جگہ ٹھہرے عرفات میں ٹھہرنا صحیح نہ ہو گا یہ غلط ہے۔

^{۵۳} ایک سے زائد حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہے۔

میدان عرفات میں سنت یہ بھی کہ تلبیہ کہا جائے، چنانچہ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبد اللہ بن عباس کے ساتھ عرفہ کے میدان میں تھے حضرت ابن عباس نے مجھ سے سوال کیا کہ لوگ تلبیہ کیوں نہیں کہہ رہے ہیں ہم نے جواب دیا کہ حضرت معاویہ سے ڈر رہے ہیں چنانچہ آپ اپنے خیسے سے نکلے اور پکاراللّٰہم لبیک۔ [مستدرک الحاکم ۱/۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، البیقی ۵/۱۱۲]

نیز مج姆 طبرانی الاوسط میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے مردی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میدان عرفات میں کھڑے تھے آپ نے تلبیہ پڑھا اور کہا کہ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا: إِنَّمَا الْخَيْرُ خَيْرُ الْآخِرَة۔ [اس حدیث کی سند حسن ہے]۔

^{۵۴} اس میدان میں آپ ﷺ نے روزہ نہیں رکھا تھا، چنانچہ آپ اپنے اوٹنی پر کھڑے تھے تو حضرت ام الفضل نے آپ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا جسے آپ نے پی لیا۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے۔

^{۵۵} حدیث میں، مورک رحلہ کا لفظ ہے، مورک پلان کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو آگے کی طرف درمیان میں ہوتا ہے اور جب سوار پاؤں لٹکاتے لٹکاتے تھک جاتا ہے تو اٹھا کر اس پر کھلیتا ہے۔

مزدلفہ میں دونوں نمازیں جمع کرنا اور رات گزارنا

- ۷۰۔ یہاں تک کہ آپ مزدلفہ پہنچ گئے اور وہاں آپ نے مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان اور دو اوقامت سے جمع کر کے پڑھی [۵۷]۔
- ۷۱۔ دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔
- ۷۲۔ پھر آپ ﷺ لیٹ گئے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی [۵۸]۔
- ۷۳۔ اور جب صبح نمایاں ہوئی تو اذان واقامت سے آپ نے صحیح کی نماز پڑھی۔

مشعر حرام پر قیام

- ۷۴۔ پھر آپ ﷺ قصواع پر سوار ہوئے اور مشعر حرام [۵۹] کے پاس آ کر اس پر چڑھ گئے۔
- ۷۵۔ چنانچہ وہاں قبلہ رخ ہو کر دعا کی، حمد و شනاء، تکبیر و تہلیل اور تسبیح میں مشغول ہو گئے۔
- ۷۶۔ اور خوب روشنی ہونے تک وہیں رُکے رہے۔
- ۷۷۔ اور فرمایا: میں یہاں ٹھہر اہوں البتہ مزدلفہ پورا کا پورا، موقف [ٹھہر نے کی جگہ] ہے۔

کنکری مارنے کے لئے مزدلفہ سے روائی

- ۷۸۔ پھر مزدلفہ سے سورج نکلنے سے قبل ہی اطمینان سے روانہ ہو گئے [۶۰]۔
- ۷۹۔ فضل ابن عباس کو اپنے پیچھے سوار کر لیا [۶۱]۔ فضل بن عباس اپنے بال والے، گورے اور ایک خوبصورت جوان تھے۔
- ۸۰۔ جب آپ ﷺ مزدلفہ سے رخصت ہوئے تو آپ کے پاس سے کچھ سوار عورت تیں گزریں [۶۲] جنکی طرف فضل بن عباس لگے، آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو فضل کے چہرے پر رکھ دیا تو حضرت فضل اپنا چہرہ پھیر کر دوسرا طرف دیکھنے لگے،

^{۵۶} آپ ﷺ اس حالت میں بھی برابر تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت فضل بن عباس کی حدیث میں مذکور ہے۔

^{۵۷} یہی صحیح ہے، اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ایک ہی اوقامت سے دونوں نمازوں پڑھی جائیں، یہ غلاف سنت ہے اور اس بارے میں وارد حدیث بھی شاذ و ضعیف ہے۔ دیکھئے نصب الرایہ ۳/۷۰، ۳/۲۹۔

^{۵۸} امام ابن القیم لکھتے ہیں کہ اس رات آپ نے تہجد کی نماز نہیں پڑھی، اور یہی صحیح ہے۔

^{۵۹} اس سے مراد فرّاح نامی پہاڑی ہے جو مزدلفہ میں ہی واقع ہے۔

^{۶۰} اس درمیان آپ برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔

^{۶۱} اس جملے اور فقرہ ۷۶ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر جانور طاقت رکھتا ہو تو اپنے پیچھے کسی اور کو بھی سوار کیا جا سکتا ہے، اس سلسلے میں بہت سی احادیث ہیں۔ جیسا کہ امام نووی وغیرہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

آپ ﷺ نے بھی اپنا دست مبارک گھما کر دوسری طرف بھی حضرت فضل کے چہرے پر رکھ دیا، پھر حضرت فضل اپنے چہرے کو دوسری طرف پھیر کر دیکھنے لگے۔

۸۱۔ جب آپ وادی محسر^[63] میں پہنچے تو کچھ تیز چلے^[64] اور لوگوں کی ہدایت دی کہ اطمینان سے چلو۔

رمی جمرہ کبری

۸۲۔ پھر آپ درمیان والی راہ پر چلے جو تمہیں جمرہ کبری تک پہنچاتی ہے یہاں تک کہ درخت کے پاس جمرہ کبری تک پہنچ گئے^[65]۔

۸۳۔ تو آپ نے اسے سات کنکریاں ماری^[66]۔

۸۴۔ ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکابر کہتے ہو، وہ کنکریاں، 'خذف' [لو بیے کا دانے] کے برابر تھیں^[67]۔

۶۲۔ یہ واقعہ اس واقعہ کے علاوہ ہے جس کا ذکر حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت علی کی حدیث میں ملتا ہے، کیونکہ وہ واقعہ یوم النحر کو [قرابان گاہ کے قریب پیش آیا جبکہ یہ واقعہ وادی محسر (سے پہلے کا ہے کا ہے)۔

۶۳۔ مُحَسَّر "حمر" سے بنتا ہے، جسکے معنی ہیں: تحک جانا اور عاجز ہونا۔ چونکہ اصحاب فیل کے ہاتھی اس وادی میں روک دیئے گئے تھے اسی لئے اسے وادی محسر کہتے ہیں۔ حافظ ابن القیم کہتے ہیں کہ وادی محسر، 'منی' اور 'مزدلفہ' کا بزرخ ہے، نہ ہی وہ منی کا حصہ ہے اور نہ ہی مزدلفہ کا۔ علامہ البانی لکھتے ہیں کہ لیکن صحیح مسلم اور سنن نسائی میں حضرت فضل بن عباس سے مردی ہے کہ محسر، 'منی' کا حصہ ہے۔

۶۴۔ دیگر اور بھی حدیثوں میں وارد ہے کہ آپ یہاں تیز چلے ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس جگہ چلنے میں سنت کا طریقہ یہی ہے۔

امام ابن القیم لکھتے ہیں کہ جس جگہ اللہ کے دشمنوں پر اس کا عذاب نازل ہوا ہو وہاں سے گزرتے وقت اللہ کے رسول ﷺ کا معمول یہی تھا، چنانچہ ایسا ہی آپ ﷺ نے دیار ثمود سے گزرتے وقت کیا تھا غرض یہ کہ اپنے چہرے کو چھپا کر آپ تیزی سے گزرنے تھے۔

۶۵۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ عرفات سے واپسی پر یہی راستہ اختیار کرنا سنت ہے، اور یہ راستہ اس راستہ سے الگ ہے جس سے آپ عرفات تشریف لے گئے تھے۔

۶۶۔ اس وقت آپ نے تلبیہ پڑھنا بند کر دیا جیسا کہ فضل بن عباس وغیرہ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

۶۷۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ کنکریاں [لو بیا کے دانے کے برابر ہوتی ہے اور مناسب یہی ہے کہ نہ تو اس سے بڑی ہو اور نہ ہی اس سے چھوٹی، لیکن اگر کنکری اس سے کچھ بڑی یا چھوٹی ہو تو بھی کافی ہو گی۔

علامہ ابن الا شیر الحجری، 'النہایہ' میں غذف کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ کنکری دونوں شہادت کی انگلیوں کے درمیان رکھ کر پھیکلتا ہے۔

علامہ البانی لکھتے ہیں کہ: یہ کیفیت بعض حدیثوں میں بھی ایک سے زائد صحابہ سے مردی ہے جیسے حضرت عبد الرحمن بن معاذ کی حدیث سنن ابو داود، سنن النسائی، مسند احمد اور سنن کبری بیہقی میں، حرمہ بن عمرو کی روایت امالی الحمالی اور فوائد المختص میں اور حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت طبقات ابن سعد اور صحیح مسلم میں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے مراد غذف جیسی کنکری کی وضاحت ہے یا چھیننے کی کیفیت کا بیان ہے؟

حدیث کے الفاظ دونوں کے متحمل ہیں لیکن پہلی ہی بات زیادہ قرین قیاس ہے امام نووی اور امام ابن الہمام نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہاں پر چند ایسے مسائل کا ذکر کر کیا ہے جو اصل حدیث میں نہیں ہیں، تفصیل سے قطع نظر ان مسائل کا ذکر کر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۱۔ یوم النحر کو سورج طلوع ہونے سے قبل کنکری مارنا جائز نہیں ہے، حتیٰ کہ کمزور مرد، عورتوں اور بچوں کے لئے بھی جائز نہیں ہے یہ الگ بات ہے ان کے لئے آدھی رات کے بعد مزادغہ سے رخصت ہونے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اہل و عیال کو پہلے ہی [مزادغہ سے منی] روانہ کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ طلوع شمس سے قبل کنکری نہ ماریں۔ اس حدیث کو امام ترمذی [۸۹۲]، امام ابن حبان [۲۰/۶۳۸۵۸] اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے [الفتح ۳۲۲/۳]۔

۲۔ اس دن کنکری زوال کے بعد بھی بلکہ رات تک مارنے کی رخصت ہے۔ اس لئے جس کے لئے صحیح کے وقت کنکری مارنا دشوار ہو وہ اس رخصت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اس کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے کہ یوم النحر کو منی میں اللہ کے رسول ﷺ سے جب کوئی [ایسا] سوال ہوتا [کہ یہ کام پہلے کر دیا یا بعد میں کر دیا] تو آپ فرماتے کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے سوال کیا کہ میں قربانی سے قبل سرچھالیا، آپ نے فرمایا: قربانی کرو کوئی حرج نہیں ہے۔ سوال کیا کہ میں نے شام ہو جانے کے بعد کنکری ماری، آپ نے فرمایا: جاؤ کوئی حرج نہیں۔ [صحیح البخاری ۲۵۷۷، الحج]۔ امام شوکانی اور ان سے قبل امام ابن حزم رحمہما اللہ کا یہ مسلک ہے۔

۳۔ اگر محروم جمرہ عقبہ سے فارغ ہو گیا تو اس کے لئے بیوی کے علاوہ ہر چیز حلال ہو گئی اگرچہ اس نے حلق نہ کرایا ہو، اس کی دلیل حضرت عائشہ کی حدیث ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے جبہ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کو حرام کے لئے اور حرام سے حلال ہونے کے لئے اپنے ہاتھ سے عمدہ قسم کی خوشبو لگائی جب آپ نے حرام باندھا تو اور یوم النحر کو طوافِ افاضہ سے قبل جب جمرہ عقبہ سے فارغ ہوتے۔ [مندار ۲۴۵/۲]

حضرت عطاء، مالک، ابو ثور اور ابو یوسف جیسے ائمہ کا یہی مسلک ہے، امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح مردی ہے چنانچہ امام ابن قدامہ کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ یہی مسلک صحیح ہے۔ [المغنى ۳/۴۲۹]

البنت کنکری مارنے کے ساتھ حلق کی شرط لگانا جیسا بعض فقہی مذاہب اور حج سے متعلقہ متعدد کتابوں میں مذکور ہے تو اس صحیح حدیث کے خلاف ہونے کے باوجود اس پر کوئی ایکی دلیل بھی نہیں ہے جو اس صحیح حدیث کے مقابل میں پیش کی جاسکے، البنت وہ حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ جب تم کنکری مارلو، حلق کر اواخر قربانی کر لو۔ [جیسا کہ ایک روایت میں اس کا اضافہ ہے] تو تمہارے لئے عورت کے علاوہ ہر چیز حلال ہو گئی تو وہ ضعیف ہے اور اس کے متن میں اختراب پایا جاتا ہے جیسا کہ سلسلۃ الاحادیث الصعینیہ میں میں نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔ دیکھنے رقم ۱۰۱۳۔

۴۔ کنکری چننے کے لئے کوئی جگہ معین نہیں ہے بلکہ جہاں سے چاہے کنکری چنن سکتا ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے کسی جگہ کی تعین نہیں فرمائی، اور نہ ہی کسی حدیث میں کسی جگہ کی تعین وارد ہے، اس سلسلے میں جو حدیث سب سے واضح ہے وہ یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس یا حضرت فضل بن عباس بیان کرتے ہیں کہ مزادغہ کی صحیح [ایک روایت میں ہے کہ عقبہ کی صحیح] اللہ کے رسول ﷺ اپنی سواری پر تھے آپ نے فرمایا کہ میرے لئے لوپیا کے دانے کے برابر کنکریاں چنن لو، چنانچہ جب میں نے آپ کے ہاتھ میں رکھا تو فرمایا: مثل هؤلاء ، ثلات مرات ، واياكم الغلو فى الدين [ان جیسی کنکریاں مارو تین بار۔ اور دین میں غلو سے بچو]۔ النسائی ۳۰۵۹، المناسک، این ماجہ ۳۰۲۹، المنسک، المنسکی لابن الجارود ۳۷۷، صحیح ابن حبان ۱۰۱۱، سنن کبریٰ للبیقی اور مندار احمد سیاق ابن الجارود کا ہے۔

واضح رہے کہ اس حدیث میں کہیں بھی اس کی صراحت نہیں کہ یہ کس جگہ کا واقعہ ہے البنت جو بات حدیث کے سیاق سے ظاہر ہوتی ہے کہ یہ واقعہ جمرہ عقبہ کے پاس کا ہے اسی لئے امام ابن قدامہ نے مخفی میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ منی میں پیش آیا [المغنى ۳/۴۲۵]۔ لہذا یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حاجی لوگ جو اپنی کنکریاں مزادغہ پہنچنے کے بعد چنان شروع کر دیتے ہیں تو سنت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ روز آنکی کنکریاں ساتھ رکھنے میں تکلیف سے کام لینا ہے۔

نیز یہ بات بھی واضح رہے کہ جن کنکریوں کو رمی کے لئے استعمال کیا جا چکا ہے، اسے ہی لیکر می کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس کی ممانعت میں شریعت میں کوئی دلیل موجود ہے۔ امام شافعی اور امام ابن حزم کا یہی مسلک ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فضل بن عباس کی حدیث میں ہے کہ لوپیا کے دانے سے بڑی کنکری مارنادین میں غلو ہے تو ان جاہلوں کے بارے میں کیا کہا جائے جو جوتے وغیرہ پھینک کر مارتے ہیں۔

۸۵۔ وادی میں کھڑے ہو کر سواری پر سے ہی آپ کنکریاں مارتے جاتے تھے اور فرماتے تھے: لوگو! مجھ سے اپنے حج کا طریقہ سیکھ لو^[68]، اس لئے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ شاید اپنے اس حج کے بعد میں دوبارہ حج نہ کر سکوں^[69]۔

۸۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یوم النحر کے بعد باقی ایام تشریق^[70] میں آپ ﷺ نے سورج کے ڈھل جانے کے بعد کنکریاں ماریں۔

۸۷۔ آپ ﷺ جمراۃ عقبہ کو نی کر رہے تھے کہ سراقو بن مالک آپ سے ملے اور پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ ہمارے لئے خاص ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ اب ہمیشہ ہمیش کے لئے یہی طریقہ ہے^[71]۔

نحر اور حلق

۸۸۔ پھر آپ ﷺ قربان گاہ تشریف لے گئے، جہاں اپنے ہاتھ سے ۲۳ اونٹوں کو وزن کیا۔

۸۹۔ پھر حضرت علی کو [چھری] دے دی تاکہ وہ باقی [۲۳] اونٹوں کو وزن کریں۔ اور آپ نے حضرت علی کو اپنے حدی [قربان] میں شریک بنایا۔

۹۰۔ پھر آپ نے ہر اونٹ سے ایک ٹکڑا گوشت^[72] لینے کا حکم دیا جسے ایک ہانڈی میں رکھ کر پکایا گیا آپ نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا شور بہ بیبا۔

^{۶۸} اس بیان کا مقصد یہ کہ اے لوگو! اپنے اس حج میں جو کام ہم نے کیا ہے یہ حج کے کام اور اس کا طریقہ ہیں اور یہی تمہارے حج کا بھی طریقہ ہے لہذا سیکھ لو، اسے قبول کرو، یاد رکھو، خود بھی کرو اور لوگوں کو بھی بتاؤ۔

^{۶۹} اعمال حج کے سلسلے میں یہ حدیث ایک عظیم بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے جس طرح کہ، "صَلُوْكَمَا رَأَيْتُمُونِی أَصْلَى" نماز سے متعلق ایک عظیم بنیاد ہے۔ نووی۔

^{۷۰} آپ کے اس بیان میں اس طرف اشارہ و اعلان تھا کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے، نیز لوگوں کو اس بات پر ابھارنا بھی مقصود تھا کہ لوگ آپ ﷺ کا طریقہ سیکھنے کا اہتمام کریں اور دینی معاملات اخذ کرنے کے لئے آپ کے ساتھ رہنے کو غنیمت سمجھیں، اس لئے اس حج کو جیسا الوداع کہا جاتا ہے۔ نووی۔

^{۷۱} ایام تشریق یوم النحر کے بعد تین دن ہیں، اس حدیث کی بنیاد پر جمہور علماء کامسلک یہی ہے کہ ان تینوں دن میں زوال کے بعد ہی کنکری مارنا جائز ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ ایام تشریق میں کنکری مارنے کے لئے ترتیب شرط ہے۔ یعنی پہلے جمرو اولی سے جو مسجد خیف کے پاس ہے، شروع کرے پھر در میانی جمرہ کو اس کے بعد جمراۃ عقبہ کو کنکری مارے۔ نیز مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے جمرہ کو کنکری مار لینے کے بعد قبلہ رخ ہو کر دیر تک اللہ کا ذکر اور دعا کرتا رہے، اسی طرح دوسرے کو بھی کنکری مار کر قبلہ رخ ہو کر ٹھہرے [اور دعا ذکر میں دیر تک مشغول رہے]۔ البتہ تیسرا کو کنکری مارنے کے بعد نہ ٹھہرے یہ طریقہ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مردی نبی کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے۔ یہ عمل ایام تشریق کے تینوں دنوں میں سے ہر دن مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔

^{۷۲} اس روایت میں جو حضرت عطاء نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اس طرح وارد ہے حالانکہ اور دوسرا روایت جو فقرہ ۳۲ میں گزر چکی ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت سراقو نے یہ سوال ﷺ سے سمجھی سے فارغ ہونے کے بعد مردہ کے دامن میں کیا تھا۔ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سراقو نے یہ سوال

شوک کے جذبے اور تاکید کے لئے دوبارہ کیا ہو گا۔ دیکھئے فتح الباری ۲۸۰/۳

۹۱۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ازوں مطہرات کی طرف سے گائے ذبح کیا۔

۹۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ہم لوگوں نے، یا اللہ کے رسول ﷺ نے ایک اونٹ سات آدمی کی طرف سے اور ایک گائے بھی سات آدمی کی طرف سے قربانی میں دیا۔

اس بارے میں ایک پانچویں روایت ہے جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک اونٹ میں ہم سات آدمی شریک ہوئے تو ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے کہ گائے میں بھی یہ شریک ہو سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: گائے کا بھی حکم اونٹ ہی کا ہے۔

۹۳۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت میں ہے کہ حدی کے جانوروں کا گوشت ہم تین دن سے زیادہ یعنی ایام منی کے علاوہ نہیں کھاتے تھے لیکن [اس موقع پر] اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں رخصت دی اور فرمایا: کھاؤ اور تو شہ بھی بنا لو، چنانچہ ہم کھائے بھی اور بطور تو شہ کے بھی ساتھ لے لیا یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچنے تک اس کا استعمال کرتے رہے۔

کوئی حرج نہیں

اس شخص پر جس نے یوم النحر کے بعض اعمال حج کو بعض پر مقدم یا موخر کر دیا۔

۹۴۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے [حدی کے جانور] ذبح کیا پھر حلق کرایا^[73]۔

۷۲ امام نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نفلی حدی اور قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے۔ علامہ البانی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ معلوم ہے کہ نبی ﷺ قارن تھے اور حضرت علی بھی قارن ہی تھے اور قارن پر حدی واجب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے تمام حدی نفل نہ تھے بلکہ اس میں واجب حدی بھی تھی، اور حدیث میں یہ صراحت ہے کہ آپ نے ہر اونٹ سے ایک کلڑیا لیتا، اس لئے نفلی حدی میں سے کھانے کو منتخب کرنا ظاہر کے خلاف ہے بلکہ نواب صدیق حسن خان روضۃ الندیۃ صفحہ ۲۷۲ میں امام نووی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ بظاہر نفلی اور غیر نفلی میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "فَكُلُوا مِنْهَا" یعنی اس میں سے کھاؤ۔

۷۳ اس سے معلوم ہوا کہ سنت کا طریقہ یہ ہے کہ حلق قربانی کے بعد کرائے، اور سنکری مار لینے کے بعد قربانی کرے۔

اور سنت یہ ہے کہ بال کاٹنے والا جسکا بال کاٹ رہا ہے اس کے دائیں جانب سے کاشنا شروع کرے برخلاف مذہب حنفی کے [ان کے نزدیک بال کاٹنے والا اپنے دائیں جانب سے شروع کریگا] اس کی دلیل حضرت انس بن مالک کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ [مزدلفہ سے] منی تشریف لائے، جرہ عقبہ پر پہنچ کر اسے سنکری ماری پھر منی میں اپنی جائے قیام پر تشریف لائے، حدی کا جانور ذبح کیا پھر نائی سے فرمایا: لو اور دائیں جانب اشارہ کیا جب اس سے فارغ ہو گیا تو پھر بایاں جانب اس کے سامنے کر دیا پھر [وہ بال] لوگوں کو دینے لگے۔ صحیح مسلم۔

محقق ابن الہمام نے یہاں انصاف سے کام لیا چنانچہ فتح القدير میں اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد فرمایا: "اس حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ حلق کرانے میں سنت کا طریقہ یہ ہے کہ حلق کرانے والے کے سر کے دائیں جانب سے شروع کیا جائے؟ جبکہ یہ مصنف کے ذکر کئے گئے مذہب کے خلاف ہے، حالانکہ یہی صحیح ہے۔"

۹۵۔ اور منی میں لوگوں [کو مسائل بتانے] کے لئے بیٹھ گئے چنانچہ اس دن جس چیز سے متعلق بھی سوال کیا گیا کہ اس کو اس سے پہلے کر لیا ہے اس کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا: کوئی حرج نہیں کوئی حرج نہیں^[74] یہاں تک ایک شخص آیا عرض کیا کہ میں قربانی کرنے سے پہلے حلق کرالیا؟ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

۹۶۔ ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے کنکری مارنے سے قبل حلق کرالیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

۹۷۔ پھر ایک اور شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ کنکری مارنے سے قبل ہم نے طوراف [افاضہ] کر لیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

۹۸۔ پھر ایک اور شخص آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ حدی کا جانور ذبح کرنے سے قبل ہم نے طواف کر لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اب ذبح کر دو کوئی حرج نہیں ہے۔

۹۹۔ پھر ایک اور شخص حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے میں نے کنکری مارنے سے قبل جانور ذبح کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جاؤ کنکری مارو کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۰۰۔ پھر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم نے جانور یہاں ذبح کیا ہے اور منی پورا کا پورا ذبح کرنے کی جگہ ہے۔

۱۰۱۔ اور مکہ کے تمام درے راستہ اور ذبح کی جگہ ہیں^[75]۔

⁷⁴ اس کا معنی یہ ہے کہ جو کام باقی رہ گئے میں انہیں پورا کرو، جو کچھ تم نے کیا وہ پورا ہو گیا اور اس تقدیم و تاخیر میں تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے۔

⁷⁵ اس میں ہدی کے جانوروں کے مکہ مکرمہ کے اندر ذبح کرنے کا جواز ہے جس طرح کہ اس کا منی میں ذبح کرنا جائز ہے۔ امام تیقی نے اپنی سنن ۵/۲۳۹ میں صحیح سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اصل تو یہی ہے کہ حدی کا جانور مکہ میں ذبح کیا جائے لیکن خون کی گندگی سے بچنے کے لئے ایسا نہیں کیا گیا اور منی بھی مکہ ہی کا ایک حصہ ہے، پہلی روایت میں حضرت عطاء روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس مکہ میں حدی کا جانور ذبح کرتے تھے اور عبد اللہ بن عمر مکہ نہیں بلکہ منی ہی میں ذبح کرتے تھے۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر حاجی حضرات اس حکم کو جانتے اور مکہ ہی میں ذبح کرتے تو منی میں ذبح شدہ جانوروں کے ڈھیر نہ لگ جاتے اور ماحول میں فساد کے ڈر سے اسے منی میں دفن نہ کرنا پڑتا اور اس گوشت سے بہت سے لوگ مستفید ہوتے اور حاجیوں کی بہت بڑی تعداد جس چیز کی شکایت کرتی ہے وہ ختم ہو جاتی، ایسا صرف اکثر لوگوں کی شریعت سے نادانی، شریعت اور جن فضائل پر شریعت نے ابھارا ہے اس کے مطابق عمل نہ کرنے سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مثال کے طور پر وہ لوگ کمزور اور دلبے پتلے جانور ذبح کرتے ہیں، انہیں پال کر موٹا نہیں کرتے پھر ذبح کر کے بغیر چھیلے کاٹے ویسے ہی چھوڑ دیتے ہیں تو جب فقیر و صاحب حاجت وہاں سے گزرتا ہے تو وہاں ایسا مال نہیں پاتا جو اسے لے جانے اور اس سے مستفید ہونے پر ابھارے۔ میری رائے میں اگر لوگ چند گزار شات پر عمل کر لیں تو یہ شکایت دور ہو جائے۔

۱۔ بہت سے لوگوں کو مکہ ہی میں ذبح کرنا چاہئے۔

۲۔ یوم النحر ہی کے دن ذبح کرنے کے لئے بھیڑنہ لگائیں بلکہ ایام تشریق کے دوسرے دنوں میں بھی ذبح کریں۔

۳۔ جانوروں کو موٹا کریں [یا تندرست جانور خریدیں]، اس کی کھال بکال دیں اور اس کی بوٹیاں بنائیں۔

۱۰۲۔ اسلئے اپنے اپنے جائے قیام پر ذبح کرو۔

یوم النحر کا خطبہ

۱۰۳۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ یوم النحر کو اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے [ہم سے سوال کرتے ہوئے] فرمایا: لوگو! سب سے زیادہ حرمت والا دن کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہمارا یہی دن، آپ نے پھر سوال کیا: سب سے زیادہ حرمت ولا مہینہ کونسا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہمارا یہ مہینہ، آپ نے پھر سوال کیا: سب سے زیادہ حرمت والا شہر کونسا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہمارا یہ شہر، اس کے بعد آپ نے فرمایا: دیکھو! تمہارے خون، تمہارے مال تم پر حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت، تمہارے اس شہر میں تمہارے اس مہینے میں ہے۔ سنو! کیا میں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا نہیں دیا؟ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں ضرور پہنچا دیا، آپ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہ۔

طواف افاضہ کے لئے روانگی

۱۰۴۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ بیت اللہ شریف کی طرف روانہ ہوئے چنانچہ [آپ کے ساتھ] تمام لوگوں نے طواف کیا^[76]۔

۱۰۵۔ اور صفا اور مرود کے درمیان سعی نہ کی^[77]۔

۱۔ اس میں سے کھائیں اور ممکن ہو تو گوشت کو اپنے ساتھ بھی لائیں جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا جس کا ذکر فقرہ ۹۰، ۹۲ میں آپ کا ہے۔ واضح رہے کہ سب سے بہترین طریقہ نبی ﷺ کا طریقہ ہے اور اس امت کے آخر کے لوگوں کی اصلاح اسی چیز سے ہو سکتی ہے جس سے اس امت کے پہلے لوگوں کی ہوئی ہے۔

نیز اس زمانے میں کچھ دوسرے ذرائع بھی میر آگئے ہیں اگر ذمہ دار حضرات ان میں سے بعض کو کام میں لا لیتے تو یہ مشکل سرے سے حل ہو جاتی، اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ عید کے چاروں دن بڑی بڑی گاڑیوں کا انتظام کیا جائے جس میں گوشت کو محفوظ رکھنے جاتے ہیں اور منی میں قربانی اور حدی کے ان گوشتتوں کو جمع کرنے کے لئے جنہیں حاجی حضرات چھوڑ دیتے ہیں کچھ لوگوں کو تیار کیا جائے اور کچھ لوگوں کو گوشت کی کھال اتارنے اور کامنے کے لئے متین کر دیا جائے پھر اس گوشت کو ان گاڑیوں میں رکھ کر عید کے چاروں دن مکہ مکرمہ کے ارد گرد گاؤں میں پھر لگا کر فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح ہم اس مشکل کام خاتمه کر دیں گے تو کیا ہے کوئی قبول کرنے والا؟

مترجم کہتا ہے کہ علامہ مر حوم نے یہ بات آج سے تیس سال پہلے کی ہے اور الحمد للہ آج کئی سالوں سے سعودیہ حکومت۔ اللہ اسے قائم رکھے۔ نے اس مسئلہ کا بہتر حل نکالا ہے جو ہر شخص جانتا ہے۔

۷۶۔ پھر ہر وہ چیز جو حالت احرام میں حرام تھی اب حلال ہو گئی جیسا کہ اس کا ذکر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔

۷۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی عام بیان کیا ہے [کہ لوگوں نے طواف افاضہ کے ساتھ سعی نہیں کی] لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ جو لوگ مکہ مکرمہ داخل ہونے کے بعد طواف و سعی کے بعد عمرہ کی نیت سے حلال ہو گئے تھے ان لوگوں نے منی سے واپس آنے کے بعد [طواف افاضہ کے ساتھ] ایک دوسری سعی کی اور جن لوگوں نے حج و عمرہ کو ایک ساتھ جمع کر لیا تھا [یعنی قارن تھے] انہوں نے ایک ہی سعی پر اکتفا کیا، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں یہ حدیث موجود ہے۔

۱۰۶۔ پھر مکہ ہی میں ظہر کی نماز پڑھی [۷۸]۔

۱۰۷۔ پھر آپ بنو عبد المطلب کے پاس آئے وہ زمزم کے کنویں پر لوگوں کو پانی پلا رہے تھے [۷۹]، آپ نے فرمایا: اے عبد المطلب کی اولاد! پانی نکالو اوار لوگوں کو پلاو [۸۰]، اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا کہ تمہارے پانی پلانے پر لوگ تم پر غالب آنے کی کوشش کریں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی نکالنے میں شریک ہو جاتا [۸۱]۔

۱۰۸۔ ان لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایک ڈول پانی دیا جس سے آپ نے نوش فرمایا۔

حضرت عائشہ کے قصہ کا تتمہ

۱۰۹۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ راستے میں حاضر ہو گئی تھیں، انہوں نے تمام اعمال حج توادا کیا، البتہ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا۔

۱۱۰۔ یہاں تک کہ جب پاک ہوئیں تو کعبہ مشرف [۸۲] کا طواف کیا اور صفا و مرودہ کی سمی کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے حج اور عمرے دونوں سے فارغ ہو گئی۔

۱۱۱۔ [لیکن] حضرت عائشہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا لوگ حج و عمرہ دو کام کر کے واپس ہوں اور میں صرف حج کر کے واپس چلوں [۸۳]? آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا لوگوں کو ملے گا۔

اس کے بعد علامہ مرحوم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذکورہ حدیث کی صحت پر جن لوگوں نے اعتراض کیا ہے کئی سطور میں ان کی تردید کی ہے، اہل علم حضرات اصل عربی کتاب کی طرف رجوع کریں۔

^{۷۸} حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ایسا ہی ہے البتہ حضرت عبد اللہ بن عمر کا بیان صحیح بخاری و مسلم میں یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ظہر کی نماز منی میں ادا فرمائی۔

علام البانی فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں کہ کس کے بیان کو ترجیح حاصل ہے یادوں کے بیان میں کس طرح تظیق دی جائے، ان میں سے کسی پر بھی میراول مطمئن نہیں ہے جو تفصیل چاہتا ہے وہ شرح مسلم للنبوی،زاد المعاد اور نیل الا وطار کی طرف رجوع کرے۔
فائدہ: پھر آپ ﷺ منی واپس ہوئے ایام تشریق میں وہیں قیام پذیر رہے اور روز آن ترتیب وارتینوں جرات کو کنکریاں مارتے رہے جیسا کہ امام نبوی کے بیان میں گزر چکا ہے۔

^{۷۹} اس کا معنی یہ ہے کہ بنو عبد المطلب ڈول کے ذریعہ پانی نکال کر حوض میں بھر رہے تھے اور لوگوں کو مفت پانی پلا رہے تھے۔
^{۸۰} یعنی ڈول کے ذریعہ پانی نکال کر لوگوں کو پلاتے رہو۔

^{۸۱} اس کا معنی یہ ہے کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ بھی حج کے کاموں میں سے ایک کام ہے جس کی وجہ سے لوگ یہاں بھیڑ لگائیں گے تمہیں پریشان کریں گے اور زبردستی تمہیں یہاں سے ہٹا دیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ اس پانی پلانے میں شریک ہو جاتا کیونکہ اس کی بڑی فضیلت ہے۔ نبوی۔

^{۸۲} یعنی طواف افاضہ یا طواف صدر۔ چنانچہ حافظ ابن ۳۸۰/۳ لکھتے ہیں کہ: تمام روایات اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت عائشہ نے طواف افاضہ یوم النحر کو کیا تھا۔
ایک دوسری حدیث صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروری ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ کیا لوگ دوا جر لے کر لوٹیں اور میں ایک اجر لے کر واپس چلوں؟

۱۱۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرے دل میں یہ کھٹک ہے کہ میں نے بیت اللہ کا طواف صرف حج کے لئے کیا ہے۔

۱۱۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ برے آسان اور نرم دل تھے جب عائشہ رضی اللہ عنہا کسی چیز کی خواہش ظاہر کرتیں تو آپ ان کی بات مان لیتے [۸۴]۔

۱۱۴۔ [لذا] آپ نے حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: انہیں لے کر جاؤ اور تعمیم سے عمرہ کرادو۔

۱۱۵۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے بعد عمرہ کیا اور پھر واپس آئیں، یہ واقعہ شب حصہ کا ہے [۸۵]۔

۱۱۶۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی سواری پر طواف کیا [۸۶]، حجر اسود کو آپ اپنی چھپڑی سے چھوڑتے تھے، ایسا آپ ﷺ نے اس لئے کہ کیا کہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں، آپ ان سے اونچے رہیں اور تاکہ آپ سے سوال کر سکیں کیونکہ آپ کے گرد لوگوں نے بھیڑ لگار کھی تھی۔

۱۱۷۔ حضرت جابر [۸۷] بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے ایک بچے کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کر کے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا اس بچے کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور اس کا اجر تمہیں ملے گا [۸۸]۔

^{۸۴} اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ ایسی چیز کی خواہش ظاہر کرتیں جس میں دینی اعتبار سے کوئی کمی نہ ہوتی، جیسے ان کا عمرہ کی خواہش ظاہر کرنا تو آپ اسے مان لیتے تھے، اس حدیث میں یوں کے ساتھ حسن سلوک کی دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاعْشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ خاص کروہ امور جو عبادات سے متعلق ہوں۔ نووی۔

^{۸۵} شب حصہ وہ رات ہے جو ایام تشریق کے بعد آتی ہے اسے شب حصہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ و صحابہ کرام جب منی سے رخصت ہوئے تو مصب نامی مقام پر ٹھہرے اور وہیں رات گزاری [نووی]۔

محصب وہ وادی ہے جو کلمہ اور منی کے درمیان واقع ہے اور مقام انطہ نکل پہنچاتی ہے۔ [نهایہ]۔

علامہ البانی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے قصہ حج کے اس حسن سیاق کے آخريں کیا ہے چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب ہم لوگ اپنے عمرہ سے فارغ ہو کرات میں نہیں کیا ہے، البتہ اس کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قصہ کے آخر میں کیا ہے کیا تو فارغ ہو گئی، میں نے کہا: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام میں کوچ کی منادی کرائی، چنانچہ آپ وہاں سے رخصت ہو کر خانہ کعبہ آئے اور نماز صبح کا وقت ہونے سے پہلے ہی طواف سے فارغ ہو گئے اور مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابو داود۔ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

اس طواف اور طواف صدر میں اللہ کے رسول ﷺ نے رمل نہیں کیا، جیسا کہ صحیحین میں مردی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

^{۸۶} جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کی تعین نہیں ہے کہ یہ کون ساطواف تھا، اس سے قبل یہ گزر چکا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے طواف قدوم پیدل کیا تھا، اس لئے حدیث میں تقطیق کی ضرورت کے پیش نظر اسے یا تو طواف افاضہ پر محول کیا جائے یا پھر طواف وداع پر۔ واللہ اعلم۔

^{۸۷} یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مردی ہے اور ان سے مردی بعض روایات میں یہ صراحت مذکور ہے کہ سوال کا یہ واقعہ مقام روحاء میں پیش آیا جب آپ ﷺ مکہ مكرہ سے مدینہ منورہ کے لئے واپس ہو رہے تھے۔ اس وجہ سے اس فقرے کو ہم نے یہاں [آخر میں] ذکر کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے طریقہ حج سے متعلق حضرت جابر کی بیان کردہ حدیث کی یہ آخری کڑی تھی جو مجھے معلوم ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس کی توفیق بخشی اور اس سے اس کے مزید فضل کا سوال ہے۔

اعمال حج کا خلاصہ

ہم نے مناسب سمجھا کہ خاتمه پر اس کتاب میں وارد حج کے اعمال کا ایک خلاصہ پیش کر دیں خاص کروہ اعمال جنکی معرفت اور ان کا دھیان میں رکھنا ہر حاجی کے لئے مہم ہے، ایسا ہم نے اپنے بعض بھائیوں کی تجویز پر کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اچھا بلہ دے۔

نیز اتمامًا للفائدہ بعض ان دیگر اعمال حج کا بھی اضافہ کرتا چلوں گا جن کی طرف حاشیہ میں اشارہ کیا گیا ہے تاکہ یہ ایک جامع خلاصہ ثابت ہو، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱- تہبند اور چادر میں احرام باندھنا^[89]۔

۲- احرام کی نیت سے قبل ہی تہبند و چادر پہنانا اور خوشبو لگانا۔

۳- میقات سے احرام باندھنا۔

۴- حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھنا^[90]۔

۵- حج سواری پر کرنا۔

۸۸ یعنی اس سبب سے کے تو اسے اٹھائے رہتی ہے اسے ان امور سے بچا رہی ہے جن سے ایک حرم پر ہیز کرتا ہے اور ہر وہ کام اس کی طرف سے کر رہی ہے جو ایک حرم کرتا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور جہور علماء کے لئے دلیل ہے کہ بچے کا حج منعقد اور صحیح ہوتا ہے، اس پر اسے اجر بھی ملے گا یہ الگ بات ہے کہ اسلام کے رکن حج کی جانب سے یہ کافی نہیں ہوتا بلکہ یہ حج نفل شمار ہو گا۔ ہاں! ایک فرقہ اس بارے میں تفرد کا شکار ہے جو کہتا ہے کہ یہی حج اس کے لئے کافی ہو گا۔ علماء نے اس قول کی کوئی اہمیت نہیں دی، نیز امام ابو حنفیہ کا قول ہے کہ بچے کا حج صحیح نہ ہو گا، امام ابو حنفیہ کے ماننے والوں نے کہا کہ اس سے حج اس لئے کراتے تھے کہ اس کی مشاتی ہو جائے اور بچہ اس کا عادی بن جائے تاکہ بعد میں صحیح طریقے سے حج کر سکے۔ امام نووی فرماتے ہیں یہ حدیث ان کی تردید کرتی ہے۔

۸۹ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ”مناسک حج“ میں لکھتے ہیں: بااتفاق ائمہ سنت کا طریقہ یہ ہے کہ چادر و تہبند میں احرام باندھا جائے، خواہ وہ سلے ہوئے ہوں یا غیر سلے ہوئے۔ ہمارے دوست عبدالرحمن الافریقی مدرس مسجد نبوی اپنی کتاب ”توضیح الحج و العمرہ صفحہ ۲۲“ میں لکھتے ہیں کہ: ”سلے ہوئے“ کا معنی یہ ہے کہ چادر و تہبند طول و عرض میں سلے ہوئے ہوں۔ اس بارے میں عمومی طور پر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر وہ کپڑا جو سلا ہوا ہو اس کا پہننا منع ہے خواہ اس کی سلامی انسانی اعضا کے مطابق ہو یا نہ بلکہ مطلق سلا ہوا کپڑا منع ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ جو سلے ہوئے کپڑے حالت احرام میں منع ہیں اس سے مراد وہ کپڑے ہیں جو انسانی عضو کے مطابق سلے گئے ہوں جیسے؛ قمیں، بنیان، جب، صدری اور پانچاہمہ، اسی طرح وہ کپڑا جو اعضا کے انسانی کو حاطط کئے ہوئے ہو اس کا پہننا بھی حرم کے لئے جائز نہیں ہے خواہ بنائی میں ایسی ہو، البتہ چھوٹے ہونے یا نگہ ہونے کی وجہ سے چادر میں جوڑ لگا ہو یا یا پھٹنے کی وجہ سے اسے سلا گیا کپڑا جائز ہے۔

۹۰ شیخ الاسلام ”مناسک“ میں لکھتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ فرض نماز یا گر کسی نفل نماز کا وقت ہے تو اس کے بعد احرام باندھا جائے، اہل علم کا ایک قول یہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فرض اگر نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے بعد احرام باندھ دے ورنہ احرام کے لئے کوئی خاص نماز نہیں ہے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

- ٦۔ عورتوں اور بچوں کے ساتھ حج کرنا۔
- ٧۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت تلبیہ پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا۔
- ٨۔ حج افراد اور حج قرآن کا احرام باندھنے والا اگر اپنے ساتھ حدی کا جانور جانور لیکر نہیں جا رہا ہے تو اسے چاہئے اپنے احرام کو تمتع میں بدل دے۔
- ٩۔ طواف قدوم کے سات چکر لگانا۔
- ١٠۔ ان ساتوں چکروں میں اضطیاب کرنا۔
- ١١۔ اس طواف کے تین چکروں میں رمل کرنا۔
- ١٢۔ حجر سود پر اللہ اکبر کہنا۔
- ١٣۔ ہر چکر میں حجر سود کو بوسہ دینا، اور رکن یمانی کا استلام کرنا۔
- ١٤۔ طواف کے چکروں سے فارغ ہونے کے بعد دور کعut نماز پڑھنا۔
- ١٥۔ ان دونوں رکعتوں میں قل یا بیحا الکافرون اور قل حواللہ احده پڑھنا۔
- ١٦۔ یہ دونوں رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے ادا کرنا۔
- ١٧۔ زمزم کا پانی پینا اور اس کا کچھ حصہ سر پر ڈالنا۔
- ١٨۔ حجر سود کا استلام کرنے کے لئے واپس آنا۔
- ١٩۔ قبلہ رُخ ہو کر صفا پہاڑی پر کھڑا ہونا۔
- ٢٠۔ صفا پہاڑی پر اللہ کاذ کر کرنا، اس کی توحید، اس کی بڑائی بیان کرنا اور لا الہ الا اللہ پڑھنا، ایسا تین بار کرنا۔
- ٢١۔ صفا اور مرودہ کے درمیان سات چکر لگانا۔
- ٢٢۔ ہر چکر لگاتے وقت جب وادی کے درمیان میں ہو تو مکنی دوڑ لگانا۔
- ٢٣۔ کوہ مرودہ پر ٹھہرنا۔
- ٢٤۔ جوڑ کر صفا پر کیا تھا وہی یہاں بھی کرنا۔
- ٢٥۔ اپنی سمعی مرودہ پر ختم کرنا۔

- ٢٦- حج تمتع کرنے والا یا وہ قران کرنے والا جس کے ساتھ حدی کا جانور نہ ہواں کا اپنے بال کٹا کر حلال ہو جانا اور کپڑے وغیرہ پہن لینا۔
- ٢٧- حج تمتع کرنے والے کا بال کٹانانہ کہ چھلانا۔
- ٢٨- یوم الترویہ [آٹھویں ذی الحجه] کو حج کا احرام باندھنا۔
- ٢٩- منی جانا اور وہیں رات گزارنا۔
- ٣٠- ظہر کی نماز اور باقی پانچ نمازیں وہیں ادا کرنا۔
- ٣١- منی سے عرفہ کے دن طلوع فجر کے بعد میدان عرفات کی طرف روانہ ہونا۔
- ٣٢- عرفات کے قریب وادی نمرہ میں نزول۔
- ٣٣- وہاں ظہر و عصر کی نماز جمع تقدیم کے ساتھ پڑھنا۔
- ٣٤- میدان عرفات میں بغیر روزہ کے ٹھہرنا۔
- ٣٥- عرفہ میں خطبہ۔
- ٣٦- میدان عرفات میں قبلہ رخ ہو کر اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرنا۔
- ٣٧- میدان عرفات میں تلبیہ پڑھتے رہنا۔
- ٣٨- سورج ڈوبنے کے بعد میدان عرفات سے اطمینان کے ساتھ رخصتی۔
- ٣٩- مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز جمع تاخیر سے پڑھنا۔
- ٤٠- اس میں ایک اذان اور دو اقامت کا ہونا۔
- ٤١- دونوں نمازوں کے درمیان کی سنت کا چھوڑنا۔
- ٤٢- مزدلفہ میں بغیر شب بیداری کے رات گزارنا۔
- ٤٣- فجر طلوع ہو جائے تو فجر کی نماز پڑھنا۔
- ٤٤- مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہونا، دعا کرتے ہوئے الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہنا، یہاں تک کہ خوب روشنی پھیل جائے۔

- ۳۵۔ سورج طلوع ہونے سے قبل وہاں سے رخصت ہونا۔
- ۳۶۔ وادیِ محسر کے درمیان میں تھوڑا تیز رفتاری سے چلنا۔
- ۳۷۔ جس راستے سے عرفات گیا تھا وہ راستہ بدل کر جمرات جانا۔
- ۳۸۔ یوم النحر کو چاشت کے وقت جمرہ عقبہ کو بطن وادی سے سات کنکریاں مارنا۔
- ۳۹۔ انگلی کے پوروں میں رکھ کر ماری جانے والی کنکری مارنا۔ یا لوپیا کے دانے برابر کی کنکری مارنا۔
- ۴۰۔ اس دن کی کنکری زوال کے بعد بھی مارنا جائز ہے۔
- ۴۱۔ یہ کنکر وادی میں کھڑے ہو کر مارنا۔
- ۴۲۔ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہنا۔
- ۴۳۔ کنکری مارنے کے ساتھ ہی تلبیہ بند کر دینا۔
- ۴۴۔ کنکری مار لینے کے بعد تحلل اول حاصل ہو گیا۔
- ۴۵۔ ایام تشریق میں زوال کے بعد کنکریاں مارنا۔
- ۴۶۔ حج قرآن اور تمتع کرنے والے کاحدی کا جانور ذبح کرنے کی طاقت نہ ہو وہ تین دن کا روزہ حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے اپنے گھروپس آکر۔
- ۴۷۔ اونٹ اور اسی طرح گائے کو سات آدمی کی طرف سے ذبح کرنا۔
- ۴۸۔ منی اور مکہ میں ذبح کرنا۔
- ۴۹۔ حدی کے جانور کا گوشت کھانا۔
- ۵۰۔ کنکری مارنے کے بعد خوشبو لگانا۔
- ۵۱۔ حلق کرواتا۔
- ۵۲۔ حلق کرانے والے کی دائیں جانب سے شروع کرنا۔
- ۵۳۔ یوم النحر کا خطبہ۔
- ۵۴۔ بغیر مل کئے طواف افاضہ کرنا۔

۶۵۔ حج تمتع کرنے والے کا طواف کے بعد سعی کرنا، بخلاف قارن کے [کہ وہ صرف طواف پر اکتفا کرے]۔

۶۶۔ یوم النحر کے کام ترتیب وار کرنا۔

۶۷۔ طواف افاضہ کے بعد مکمل طور پر حلال ہونا۔

۶۸۔ طواف سے فارغ ہو کر زمزم کا پانی پینا۔

۶۹۔ منی واپس آنا اور ایام تشریق کے تینوں دنوں میں وہیں رات گزارنا۔

۷۰۔ ایام تشریق میں روز آنمازوں کے بعد لکھریاں مارنا۔

۷۱۔ بغیر مل کے طواف وداع کرنا۔

اسی پر یہ کتاب ختم ہوئی۔ وآخر دعوا ان الحمد لله رب العالمين۔

ترجمہ: مقصود الحسن فیضی

۱۳۳۱/۱۰/۲۵